205631

رسول کی باتیں

از

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید

ناشر

دینی بک ڈپو دہلی

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY ... SECTION

قیمت دو روپے (للعہ)

۲۹۷۶۰۷
۲۲۸۵۹
20531

پیش لفظ

ترجمہ احادیث کے سلسلہ میں حضرت مولانا الحاج حافظ احمد سعید صاحب (سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند) کی گرانقدر تالیف "خدا کی باتیں" شائع کرنیکا شرف "دینی بکڈپو" کو پہلے حاصل ہو چکا ہے۔ یہ کتاب کئی سو احادیث قدسیہ کا سلیس اور عام فہم اردو ترجمہ ہے جسکو مولانا نے اپنے دل نشین طرز نگارش اور خاص ترتیب کیساتھ پیش کیا ہے۔ الحمد للہ مسلمانوں نے مولانا کی دوسری تصانیف کی طرح اس کتاب کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور بہت پسند کیا۔

اس کے بعد دوسرا مجموعہ "رسول کی باتوں" کے نام سے دو حصوں میں الگ الگ "منیجر مؤتمر المصنفین" کی طرف سے شائع ہوا۔ ان دونوں حصوں کے ترجمہ اور ترتیب کے فرائض اگرچہ مولانا اصلح الحسینی صاحب۔ اور مولانا ایوب صاحب۔ اصلاحی نے انجام دیئے ہیں لیکن "ناظم مؤتمر المصنفین" کی حیثیت سے اسکی تمامتر ذمہ داری اور مسئولیت مولانا ہی کی ذات پر ہے۔

واقف کار حضرات جانتے ہیں کہ مولانا موصوف اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی تکمیل میں طبعاً کس درجہ محتاط واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر ہر دو حصص کے ترجمہ اور تفہیم کا جہاں تک تعلق ہے شروع سے اخیر تک مولانا کی ہدایت اور نگرانی میں ہی اسکو مرتب کیا گیا، پھر حضرت مولانا نے نظر ثانی کے وقت نفس ترجمہ اور مطالب کی وضاحت میں ترمیم و اضافہ فرما کر کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید و مستند بنا دیا ہے۔

میرے خیال میں شائقین کے اعتماد کے لئے یہ چند فقرے کافی ثابت ہوں گے۔

نیاز مند:- محمد سعید نعیم فریدی
سنہ ۱۹۴۷ء

فہرست

۱- حسنِ نیت ۴

۲- ایمان و اسلام ۵

۳- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ۱۰

۴- ایمان بالکتاب ۱۷

۵- کمالِ ایمان ۱۹

۶- گناہ کبیرہ ۲۴

۷- نفاق اور اس کی علامتیں ۲۷

۸- وسوسہ ۳۱

۹- تقدیرِ الٰہی پر ایمان ۳۹

۱۰- مرنے کے بعد جینے پر ایمان ۶۵

۱۱- قیامت پر ایمان ۸۲

۱۲- انبیا اور صحف انبیا پر ایمان ۸۷

۱۳- ملائکہ ۹۲

۱۴- کتاب وسنت کا اتباع ۱۰

۱۵- علم کے فضائل ۔ حصہ دوم ۱۰۶

۱۶- طہارت ۱۴۷

۱۷- موجبات وضو ۱۶۲

۱۸- قضائے حاجت اور اس کے آداب ۱۷۵

۱۹- مسواک اور اس کا حکم ۱۱۸

۲۰- وضو اور اس کے احکام ۲۰۶

۲۱- غسل کے احکام ۲۱۴

(۱)

حُسنِ نیت

انسان کے تمام اعمال وافعال کا مدار نیت ہی پر ہے جس قسم کی نیت ہوتی ہے اسی قسم کا عمل شمار کیا جاتا ہے اور اسی نیت کے فرق سے عمل کے احکام بدلتے رہتے ہیں اس لئے انسان کو سب سے پہلے اپنی نیت پر نظر رکھنی چاہیئے اور اسے درست رکھنا چاہیئے ورنہ نیت کی کھوٹ اچھے سے اچھے کام کو تباہ کر دیتی ہے یہاں تک کہ دین کا اقرار اور ایمان کا اظہار بھی نیت کے کھوٹ کی وجہ سے نفاق بن جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے۔ (۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال (ہر کسی حکم کے مرتب ہونے) کا دارو مدار نیت ہی پر ہے اور آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہے اس لئے جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے شمار کی جائیگی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔ (بخاری مسلم)

یعنی جیسی نیت ویسا پھل۔

Marfat.com

(۲)

ایمان و اسلام

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نوع انسانی کی اصلاح اور ان کی ترقی کا مقصد لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے اس مقصد کے لئے انہیں خدا نے ایک عالمگیر نظام اور ایک عالمگیر تحریک عطا کی تھی اس نظام اور تحریک کی بنیاد چند عقیدوں پر رکھی گئی تھی اللہ تعالی نے ان عقیدوں کو اور اس تحریک کے بنیادی اصول کو اپنے رسول کے ذریعہ اچھی طرح کھول کھول کر بیان کر دیا۔ (۱) چنانچہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام ایک شخص کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے زانوئے مبارک سے اپنا زانو ملا کر بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ اے محمدؐ مجھے اسلام کی حقیقت سمجھا دیجئے۔؟

رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت دو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر حج کرنے کی طاقت ہو تو حج کرو!

پھر انہوں نے کہا کہ ایمان کی حقیقت بتائیے؟

آپ نے فرمایا کہ۔ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ اور خیر و شر کی تقدیر پر یقین رکھو۔ یعنی! تمام خیر و شر کی تقدیر خدا ہی نے کی ہے!

Marfat.com

انہوں نے پھر دریافت کیا کہ احسان واخلاص کے متعلق فرمایئے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر مشاہدہ حق کی یہ حالت تمہیں حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ علم ویقین تو ہونا ہی چاہیئے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (بخاری مسلم)

یہ ایک طویل حدیث ہے ہم نے اختصار کر دیا ہے۔

(۲) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا! (بخاری، مسلم)

(۳) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں ان میں سب سے بلند شاخ تو لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے اور سب سے نیچے کی شاخ یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے اور حیا ایمان کا ایک بہت بڑا شعبہ ہے۔ (بخاری مسلم)

ایمان کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ اس درخت کی سب سے بلند شاخ تو کلمۂ توحید ہے اور سب سے نیچے کی شاخ راستہ سے تکلیف کی چیز کو ہٹانا ہے

Marfat.com

اور حیا کو چونکہ ایمان کے ساتھ خاص تعلق ہے اس لئے اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اس کو علیحدہ بیان فرمایا ہے۔

(۴) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو خدا کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے۔ (بخاری)

(۵) حضرت انس نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کے کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ میں اس کے عقیدے میں اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ (بخاری مسلم)

مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کے احکام کی اتباع کو ہر ایک کی پیروی اور ہر ایک کی محبت میں مقدم رکھے۔

(۶) حضرت عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کا مزہ تو اس نے چکھ لیا جس نے اللہ کو اپنا رب بنا لیا اور اس کی ربوبیت پر راضی ہو گیا اسلام کو اپنا دین بنایا اور اس کو پسند کر لیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا رسول تسلیم کیا اور خوشی کے ساتھ آپ کا اتباع کیا۔

(۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تین شخص ایسے ہیں جنہوں نے ایمان کی اصلی اور حقیقی لذت حاصل کی (۱) ایک تو وہ جس کو اللہ اور اس کا رسول

Marfat.com

تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہوں (۲) وہ شخص جو کسی انسان سے محبت نہیں کرتا مگر صرف اللہ ہی کے لئے محبت کرتا ہے (۳) وہ جو کفر سے نکلنے کے بعد پھر کفر میں جانے کو ایسا برا سمجھتا ہے جیسے کوئی آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔ (بخاری ،مسلم)

(۸) حضرت ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتلا دیجیئے کہ میں اس کو کرلوں تو جنت کا مستحق ہو جاؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھیراؤ، فرض نماز ادا کرو، زکوٰۃ ادا کرو جو فرض ہے اور رمضان کے روزے رکھو۔ (بخاری ،مسلم)

اس روایت میں حج کا ذکر نہیں ہے شاید اس وقت تک حج فرض نہ ہوا ہو۔ روایت کو مختصر کر دیا ہے۔

(۹) سفیان بن عبداللہ الثقفی نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے کہ پھر آپ کے بعد مجھے کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہو، میں اللہ پر ایمان لے آیا اور پھر اس پر اچھی طرح قائم رہو۔ (مسلم)

یعنی خدا کے معبود ہونے کی تصدیق کرو اور ان تمام چیزوں پر ایمان لاؤ جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے بعد سیدھا سچا راستہ اختیار کرو۔

(۱۰) ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ سے زیادہ ناگوار باتوں کو سن کر صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے۔ اس کے باوجود ان سے درگذر کرتا ہے ان کو عافیت دیتا ہے اور ان کو رزق پہنچاتا ہے۔ (بخاری۔مسلم)

یعنی خدا ایسی باتوں کو سن کر جو اس کو ناپسند ہیں فوراً ہی عذاب نہیں دیتا بلکہ درگذر کرتا رہتا ہے اور انہیں رزق دیتا رہتا ہے یہی خدا کا صبر ہے اللہ تعالیٰ کی صفت حلم کو صبر سے تعبیر کیا ہے۔

(۱۱) حضرت معاذ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک ہی سواری پر سوار تھے میں آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ معاذ جانتے ہو اللہ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اپنے بندوں کے لئے اللہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ جو شخص کسی کو بھی اس کا شریک نہ جانے اس کو وہ عذاب نہ دے۔ (بخاری۔مسلم مختصراً)

یعنی ہمیشہ اس کو جہنم میں نہ رکھے۔

(۱۲) عبادۃ بن الصامت کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جس شخص نے بھی یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں، اس کی کنیز (مریم علیہا السلام) کے بیٹے ہیں وہ خدا کا ایک کلمہ ہیں جس کا القا اس نے مریم (علیہا السلام) کی طرف کیا تھا وہ خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک روح ہیں اور یہ کہ جنت و دوزخ حق ہیں، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا خواہ اس کے عمل کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ (بخاری مسلم)

یعنی وہ جنت میں ضرور داخل کیا جائے گا۔

(۱۳) حضرت معاذ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھ کو جہنم سے دُور رکھے اور جنت میں لے جائے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے بہت بڑی بات دریافت کی البتہ خدا جس کے لئے آسان کر دے اس کے لئے وہ آسان ہے۔ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ، نماز ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو (بخاری مسلم مختصراً)

(۳)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان

توحید الٰہی پر ایمان ویقین رکھنے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وخاتمیت پر ایمان لایا جائے محض توحید پر یقین رکھنا ایمان اور نجات کے لئے کافی نہیں ہے حتیٰ کہ اہل کتاب کیلئے

Marfat.com

بھی جو کسی نبی اور اس کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ضروری ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے منحرف ہو کر وہ ایمان اور نجات کی راہ نہیں پا سکتے۔

(۱) حضرت جابر کی روایت ہے کہ عمر بن الخطاب ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توریت میں سے لکھا ہوا کچھ حصہ لے کر حاضر ہوئے اور کہا۔ یا رسول اللہ یہ توریت کا ایک نسخہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو پڑھنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ تم کو رونے والیاں روئیں تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر کس قسم کے آثار ہیں؟ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ؐ کے چہرہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے میں اللہ ہی کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ ہم اللہ کو اپنا رب بنانے پر اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی تسلیم کرنے پر رضامند ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر موسیٰؑ تمہارے سامنے ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرتے تو بلا شبہ تم سیدھی اور سچی راہ سے گمراہ ہو جاتے اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو یقیناً وہ میرا اتباع کرتے۔ (دارمی)

رونے والیاں روئیں عرب کا ایک محاورہ ہے اردو میں اس کی جگہ

خدا کی سنوار یا خدا کی مار یا خدا تمہیں غارت کرے بولتے ہیں اس سے تنبیہ مراد ہوتی ہے بد دعا نہیں۔ نسخہ لکھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ پوری توراۃ لے کر آئے تھے۔

(۲) حضرت جابرؓ ہی کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایک سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری اتباع کے سوائے کوئی چارہ نہ ہوتا۔ (بیہقی)

(۳) عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے (شرح السنہ)

(۴) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ہر فرد جنت میں داخل ہوگا مگر وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس نے انکار کیا دریافت کیا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری)

یعنی میری لائی ہوئی شریعت کو قبول نہیں کیا۔ اور میری رسالت پہ ایمان نہیں لایا۔

(۵) ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری اور اس دین و ملت کی مثال جس کو دے کر

Marfat.com

مجھے خدا نے بھیجا ہے اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک قوم کے پاس آکر کہا کہ اے قوم میں نے اپنی آنکھوں سے دشمن کا ایک لشکر دیکھا ہے میں عریاں طور پر ڈرانے والا ہوں۔ بچو، بچو! قوم کے ایک طبقہ نے اس کی اطاعت کی اور رات کی تاریکی میں وہ سکون و خاموشی کے ساتھ نکل گئے اور نجات پا گئے۔ ایک دوسرے طبقہ نے اس کی تکذیب کی، اسی جگہ انہیں صبح ہوئی۔ اور صبح کے وقت ان پر فوج نے چھاپا مارا اور ان کو ہلاک اور برباد کر دیا۔ بس یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جس شریعت کو میں لے کر آیا تھا اس کا اتباع کیا اور اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جس سچائی کو میں لے کر آیا تھا اسکی تکذیب کی۔ (بخاری)

عرب کا ایک طریقہ تھا کہ خطرے کے وقت پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا کرتے تھے اور انا النذیر العریان کہہ کر لوگوں کو جمع کرتے تھے۔

(۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس آگ نے گرد و پیش کو اچھی طرح روشن کر دیا تو پروانے اور یہ کیڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں اس میں گرنے لگے وہ شخص ان کو روکنے میں مشغول ہو گیا۔ اور پروانے اور کیڑے اس پر غالب آنے لگے اور آگ میں گرنے لگے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم اس میں جھکے جا رہے ہو۔ (بخاری مسلم نے آخری الفاظ میں

Marfat.com

تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ روایت کی ہے) آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے آپ اس سے لوگوں کو بچاتے ہیں لیکن بعض بدبخت آپ کا انکار کر کے اس آگ میں گرے جاتے ہیں۔

(۷) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایک ایسے قصر کی سی ہے جس کی تعمیر نہایت بہترین طریقہ پر کی گئی ہے اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے دیکھنے والے اسے چاروں طرف سے گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس خالی جگہ کے سوائے اس کی خوبی پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں میں نے اس خالی اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا ہے اور میری ذات سے یہ تعمیر مکمل ہو گئی ہے اور میرے آجانے کے بعد تمام رسولوں کی تشریف آوری کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری، مسلم)

یعنی قصر کی تکمیل ہو گئی تو اب کسی نئی اینٹ کے لگنے کی جگہ ہی باقی نہ رہی ایک یہ مطلب ہے کہ اس آخری اینٹ پر تمام قصر کی تکمیل موقوف تھی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر تمام انبیاء کا کمال موقوف تھا۔

(۸) عمرو بن قیس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم سب سے آخر میں ہیں اور قیامت کے دن ہم سب سے آگے رہنے والوں میں ہیں اور میں بغیر کسی فخر کے ایک بات کہتا ہوں کہ ابراہیم

Marfat.com

اللہ کے خلیل ہیں، موسیٰ اللہ کے صفی اور برگزیدہ ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ساتھ ہوگا۔ اللہ نے میری امت کے حق میں مجھ سے وعدہ کیا ہے اور انہیں تین مصیبتوں سے پناہ دی ہے (۱) کبھی ان کو عام قحط میں مبتلا نہیں کرے گا (۲) کوئی دشمن ان کا مکمل طور پر استیصال نہ کر سکے گا (۳) اور خدا ان کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ (دارمی)

یعنی ایسا کبھی نہ ہو سکے گا کہ پوری امت گمراہی پر جمع ہو جائے صحیح راستہ دکھانے والے ہمیشہ باقی رہیں گے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔

(۹) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخر نہیں ہے، میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں اور قیامت کے دن میں ہی پہلا وہ شخص ہوں جو تمام لوگوں کی شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ فخر نہیں ہے۔ (دارمی)

یعنی میں اپنی ان فضیلتوں پر فخر و غرور نہیں کرتا۔

(۱۰) حضرت جابر ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے تمام اخلاقی بزرگیوں کی تکمیل کے لئے اور تمام عملی محاسن کو کمال تک پہنچانے کے لئے مبعوث کیا ہے۔ (شرح السنہ)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق اور عملی

Marfat.com

محاسن بلکہ ہر اعتبار سے خاتم ہیں۔

(۱۱) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے سنا کہ وہ آپس میں کچھ تذکرہ کر رہے ہیں ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا موسیٰؑ سے خدا نے کلام کیا۔ تیسرے نے کہا کہ عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ ہیں اور اس کی ایک روح ہیں ایک اور شخص نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ نے منتخب کر لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ میں نے تمہاری گفتگو سنی ہے تمہیں حیرت ہوئی ہے کہ ابراہیمؑ اللہ کے خلیل ہیں بے شک وہ ایسے ہی ہیں، موسیٰؑ خدا کے ہمراز ہیں بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ عیسیٰ اس کی روح اور اسکا کلمہ ہیں بلا شبہ وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم اللہ کے برگزیدہ ہیں یقیناً وہ ایسے ہی ہیں مگر میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ فخر نہیں ہے۔ قیامت کے دن میں علمدار حمد ہوں جس کے نیچے آدم اور ان کے بعد کے سب لوگ ہوں گے اور یہ فخر نہیں ہے۔ قیامت کے دن میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں جو مسلمانوں کی شفاعت کریگا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ فخر نہیں ہے۔ میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اور اللہ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے جنت میں داخل کرے گا۔ میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور یہ فخر

Marfat.com

نہیں ہے۔ اور میں خدا کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں اور یہ فخر نہیں ہے (ترمذی و دارمی)

(۴)

ایمان بالکتاب

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قرآن پانچ قسم کے احکام پر نازل ہوا ہے۔ حلال۔ حرام۔ محکم۔ متشابہ اور امثال تم کو چاہیے حلال کو حلال سمجھو، حرام کو حرام قرار دو، محکم پر عمل کرو۔ متشابہ پر ایمان لاؤ اور امثال سے عبرت و نصیحت حاصل کرو (مصابیح و بیہقی)

محکم وہ آیات جن کے معنی متعین اور واضح ہیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کے معنی پوری طرح واضح نہیں ہیں۔ اس قسم کی آیات پر رد و بحث کیے بغیر ایمان لانا چاہیے۔

(۲) ابو ثعلبہ خشنی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض کو فرض قرار دیا ہے، ان کو ضائع نہ کرو اور چند حرام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کا ارتکاب نہ کرو، اس نے بعض حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور سہو و نسیان کے بغیر اس نے بعض چیزوں کے متعلق اختیار کیا ہے، ان پر بحث نہ کرو۔ (دار قطنی)

یعنی فرائض کو بجا لاؤ حرام سے اجتناب اور اللہ کی مقررہ حدود کا

Marfat.com

احترام کرو اور جو چیزیں ذکر نہیں کی گئیں ان میں بحث مباحثہ مت کرو۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ[1] سے وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ تک آپ نے پڑھا۔ اور فرمایا جب تم دیکھو کہ لوگ متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نام رکھا ہے، ان سے پرہیز کرو۔ (بخاری مسلم) یعنی متشابہات کے پیچھے پڑنے والوں کو اللہ نے اہل زیغ (کج رو) کہا ہے پس اس قسم کے لوگوں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

(۴) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے ایک مثال بیان کی ہے کہ ایک مستقیم شاہراہ ہے اور اُس کے دونوں جانب (احاطہ کے طور پر) دیواریں ہیں ان فصیلوں میں دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ان دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں شاہراہ کے ایک سرے پر ایک داعی ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ شاہراہ سے اِدھر اُدھر نہ ہو اور اس پر اچھی طرح قائم رہو۔ اس کے اوپر ایک اور داعی ہے جو آواز دیتا رہتا ہے جب کوئی بندہ ان میں سے کسی دروازے کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے تیرا برا ہو اس دروازہ کو نہ کھول۔ اگر تو اس دروازہ کو کھول دیگا تو اس میں داخل ہو جائیگا۔ اس کے بعد آپ نے اس مثال کی تشریح کی

---

[1] وہ اللہ وہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیات محکم ہیں۔

اور فرمایا۔ شاہراہ مستقیم اسلام ہے۔ کھلے ہوئے دروازے خدا کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ دروازوں کے پردے اللہ کی حدود ہیں۔ شاہراہ کے ایک جانب کھڑے ہو کر دعوت دینے والا قرآن ہے۔ اور اس کے اوپر ایک اور داعی وہ ہر مومن کے دل میں اللہ کا واعظ (ضمیر) ہے۔ (رزین احمد بیہقی)

ایک مرد مومن کے ضمیر کی آواز کو واعظ اللہ کے لفظ سے تعبیر کیا جو ہر برے کام کے ارادے کے وقت بھلائی کی تلقین کرتا رہتا ہے۔

(۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء میں سے ہر ایک نبی کو آیات و معجزات دیئے گئے ہیں جن پر ایک انسان ایمان لا سکتا ہے، مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (قرآن) ہے جس کو خدا نے مجھ پر نازل کیا ہے اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن ان سب سے زیادہ متبعین میری ہوں گی۔ (بخاری مسلم)

یعنی یوں تو ہر نبی کو اس کے زمانہ کی رعایت سے کچھ نہ کچھ نشانیاں اور احکام انسان کے ایمان لانے کے لیے عنایت کی گئیں ہیں لیکن مجھ کو ایک مفصل اور جامع کتاب دی گئی ہے جو معجزہ بھی ہے اور اس میں تفصیلی احکام بھی ہیں اس لیے مجھے امید ہے کہ اس کی پیروی کرنے والوں کی تعداد پہلے لوگوں سے بہت زیادہ ہو گی۔

(۵)
کمالِ ایمان

(۱) ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے محبت کی، اللہ کے لئے بغض رکھا، اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے منع کیا اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔ (ابو داؤد)

(۲) حضرت ابوذر نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے کسی سے بغض رکھنا تمام اعمال سے افضل ہے۔ (ابو داؤد)

یعنی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا معیار اللہ کے احکام ہوں اور ان کی غرض محض رضائے الٰہی ہو۔

(۳) حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مکمل ایماندار وہ ہے جس کو لوگ اپنے جان و مال کا امین بنا سکیں۔

(۴) حضرت انس کا بیان ہے کہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے کوئی خطبہ وعظ دیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو کہ۔ جس شخص میں امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس کو اپنی بات کا پاس نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (بیہقی)

ایمان اور دین داری کا تقاضا یہ ہے کہ انسان امانت دار ہو اور اپنے عہد کو پورا کرے۔ اگر ایک مسلمان میں یہ چیزیں نہیں تو اس کا ایمان اور دین مکمل نہیں ہے۔

(۵) عبادۃ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کا انتقال ہوا اور اس کو یہ یقین تھا کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ (مسلم)

اگرچہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد داخل ہو۔

(۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی اپنے اسلام کو اچھی طرح درست کر لیتا ہے تو ہر نیکی جو وہ کرتا ہے دس گنی سے سات سو تک زیادہ لکھی جاتی ہے اور ہر وہ برائی جو وہ کرتا ہے اسی طرح ایک کی ایک ہی لکھی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے سامنے پیش ہو جاتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

یعنی ایمان اور نیت کی درستی کے بعد جو نیک کام کیا جاتا ہے اس کا اجر استحقاق سے دس گنا اور سات سو گنا تک زیادہ دیا جاتا ہے اور برائی کا بدلہ اسی قدر ملتا ہے جس کی وہ مستحق ہے برائی تو ایک کی ایک ہی درج کی جاتی ہے اور نیکی اگر ایک ہو تو عام طور پر دس اور کبھی دس سے زیادہ بھی یہاں تک کہ سات سو تک لکھی جاتی ہیں۔

(۷) ابوامامہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ایمان کی علامت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ جب تمہیں اپنی نیکی سے مسرت ہو اور اپنی برائی بری معلوم ہو تو تم مومن کامل ہو۔

اس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر گناہ کیا چیز ہے؟

Marfat.com

آپ نے فرمایا۔ جب تمہارے دل میں کوئی بات کھٹکے تو اسے چھوڑ دو۔ (احمد)

یعنی گناہ وہی ہے جس کو کرتے وقت دل میں کھٹک اور خیال پیدا ہو کہ یہ بری بات ہے۔

(۴) عمر بن عبسہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام کس چیز کا نام ہے؟

آپ نے فرمایا۔ لوگوں سے اچھی طرح باتیں کرنا اور غریبوں کو کھانا کھلانا۔

میں نے سوال کیا۔ ایمان کیا ہے؟

فرمایا۔ صبر و سخاوت۔

میں نے دریافت کیا کونسا اسلام سب سے بہتر ہے؟

فرمایا۔ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

میں نے عرض کیا کونسا ایمان سب سے زیادہ بہتر ہے؟

فرمایا۔ "پاکیزہ اخلاق"

میں نے پھر دریافت کیا۔ کونسی نماز سب سے افضل ہے؟

فرمایا۔ جس میں قرآت و قیام طویل ہوں۔

میں نے پوچھا کونسی ہجرت سب سے بہتر ہے؟

فرمایا۔ یہ کہ جس چیز کو تمہارا رب ناپسند کرے اسے چھوڑ دو۔

میں نے کہا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟

فرمایا! جس مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہا دیا جائے

میں نے دریافت کیا دن رات میں کونسی گھڑی سب سے افضل ہے (یعنی

20571
UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

جس میں عبادت کرنا افضل ہے) ؟

فرمایا۔ رات کا پچھلا حصہ۔ (احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی سوال کے مختلف اوقات میں مختلف جوابات دیئے ہیں اس اختلاف کی وجہ سوال کرنے والوں کی نفسی اور عملی حالت ہوتی تھی کسی شخص کی نفسی اور عملی حالت کے لحاظ سے جو عمل سب سے زیادہ بہتر ہوتا تھا اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کام کو افضل قرار دیتے تھے یا سوال کی نوعیت اور حالات کے اختلاف کی وجہ سے جواب مختلف ہوتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان تو ایک قلب کی کیفیت ہے اس کا جو بھی اندازہ لگایا جائے گا وہ آثار ہی سے اندازہ لگایا جائے گا اور ایمان کے اثرات بہت سے ہیں یہ بھی ایمان کا اثر ہے کہ آدمی کے اخلاق پاکیزہ ہوں اور یہ بھی اسی کا اثر ہے کہ انسان ہر ایک چیز کو پسند کرنے میں صرف خدا کی رضا اور خوشنودی کا لحاظ رکھے ضرورت اور وقت کے مطابق افضل ایمان اور افضل اسلام کی بہت سی خصوصیتوں میں سے جس خصوصیت کا اظہار مناسب سمجھا اس کو ظاہر فرما دیا۔

(۹) ان ہی عمرو بن عبسہ کی ایک روایت ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ کہ تم اللہ ہی کے لئے محبت کرو اللہ ہی کے لئے کسی سے بغض رکھو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو۔

عمرو بن عبسہ نے کہا اور اس کے بعد کیا کروں ؟

Marfat.com

آپ نے فرمایا۔ لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور جس چیز کو اپنے لئے بُرا سمجھتے ہو اس کو ان کے لئے بھی بُرا سمجھو۔

(۶)
گناہ کبیرہ

اسلام کے بنیادی اصول، توحید اور ان اعمال کو واضح کرنے کے ساتھ ہی جو کمال ایمان کی دلیل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اعمال واخلاق کو بھی اچھی طرح بیان فرما دیا جو ایمان کے نقص کی علامتیں ہیں اور خدا کے نزدیک کبیرہ گناہ ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا خدا کے نزدیک کون سے گناہ بڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کہ اللہ کا تم کوئی شریک قرار دو حالانکہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

اس شخص نے دریافت کیا۔ اور اس کے بعد؟

آپ نے فرمایا۔ یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کردو کہ وہ تمہارے لقمہ میں شریک ہو جائے گی۔

اس شخص نے پھر دریافت کیا۔ اور اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

زنا بجائے خود ایک زبردست گناہ ہے اور ایسی صورت میں ہمسایہ کے

Marfat.com

حقوق میں خیانت کا بھی اس کے ساتھ اضافہ ہو جاتا ہے۔ لقمہ میں شریک ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ اولاد کو کھلانا پڑے گا۔ اور اس کی پرورش کے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔

(۲) عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ خدا کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی، قتل نفس اور جھوٹی قسم۔ جھوٹی شہادت بھی جھوٹی قسم ہی میں شامل ہے۔ (بخاری مسلم)

حضرت انس کی روایت میں جھوٹی قسم کی بجائے جھوٹی گواہی کا ذکر ہے۔

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات چیزوں سے بچو جو بہت ہی تباہ کن ہیں۔

صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ وہ چیزیں کیا کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ شرک، سحر، بغیر کسی حق کے کسی ایسے نفس کو قتل کر دینا جس کے قتل کو خدا نے حرام کیا ہے، سود خوری، ظلم وزیادتی کے ساتھ یتیم کا مال کھا لینا، جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے منہ موڑ کر فرار ہو جانا اور بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت تراشنا۔ (بخاری مسلم)

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی زانی زنا کرنے کی حالت میں مومن نہیں ہوتا کوئی چور جس وقت چوری کرتا ہے مومن نہیں ہوتا۔ کوئی شرابی شراب پیتے ہوئے مومن نہیں ہوتا۔ کوئی غاصب جب کوئی ایسی چیز غصب

Marfat.com

کر رہا ہو کہ لوگوں کی حسرت بھری نگاہیں اس کی طرف اٹھ رہی ہوں مومن نہیں ہوتا اور کوئی خائن خیانت کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔ میں تمہیں ان افعال سے ڈراتا ہوں ان سے بچو۔ (بخاری ، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے کام کرتے ہوئے نورِ ایمان سلب ہو جاتا ہے ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ مومن سے ایسے افعال صادر ہی نہ ہوں اور جب ایک شخص سے یہ افعال صادر ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ایمان میں فتور ہے۔ ایک مومن کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے اس علم و یقین کے باوجود جب وہ ان گناہوں کو کرتا ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کو خدا کے حاضر و ناظر ہونے پر یقین نہیں یا کم از کم اس کی حالت سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور ان اعمال پر جو عذاب مقرر کیا گیا ہے اس پر اس کو یقین نہیں ہے یا کم از کم ارتکاب گناہ کے وقت اس کی حالت سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا اور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب کوئی قاتل کسی کو قتل کرتا ہے۔ تو قاتل اس وقت مومن نہیں ہوتا حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد حضرت عکرمہ نے دریافت کیا کہ ایمان کس طرح سے نکل جاتا ہے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا کر فرمایا دیکھو اس طرح یہ کہہ کر انگلیاں انگلیوں میں سے نکال لیں اور فرمایا یوں ایمان نکل جاتا ہے پھر فرمایا جب توبہ کر لیتا ہے تو ایمان پھر لوٹ آتا ہے

Marfat.com

اور یہ کہہ کر آپ نے پھر ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا لیں اور فرمایا دیکھو اس طرح۔ (بخاری)

(۷)

نفاق اور اس کی علامتیں

نفاق ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) ظاہری طور پر ایمان و اسلام کا دعویٰ کرنا اور دل سے کفر پر قائم رہنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق کرتے تھے یا آج کسی غیر صحیح اور فاسد غرض کے لئے لوگ بظاہر اسلام قبول کر لیتے ہیں اور دل میں کفر چھپائے رہتے ہیں (۲) ظاہری طور پر دین داری اور احکام شریعت کی پابندی کا اظہار کرنا اور اندرونی طور پر دین کے کاموں سے بے پرواہ ہونا۔ شریعت میں ان دونوں قسم کے منافقوں کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ پہلی قسم کے منافق کو منافق فی الاسلام اور منافق فی الاعتقاد کہتے ہیں اور دوسری قسم کے منافق کو منافق فی العمل کہتے ہیں پہلی قسم کا منافق کافر ہے اور دوسری قسم کا منافق فاسق ہے آج کل کسی مسلمان کو منافق فی الاسلام نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ بات صرف وحی سے معلوم ہو سکتی ہے البتہ جس میں منافق کی علامتوں میں سے کوئی علامت ہو اس کو منافق فی العمل کہہ سکتے ہیں۔

(۱) صفوان بن عسال کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ایک رفیق

Marfat.com

یہودی سے کہا کہ آؤ ذرا اس نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) پاس چلیں دوسرے یہودی نے کہا کہ "نبی" نہ کہو اگر اس نے تجھے نبی کہتے ہوئے سُن لیا تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ رہے گی۔ چنانچہ یہ دونوں یہودی رسول اللہ ؐ کے حضور میں آئے اور آپ سے "آیات بنیات" (روشن دلائل) کے متعلق دریافت کیا۔ یعنی وہ کھلی ہوئی دلیلیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، جس نفس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے اس کو بغیر کسی حق کے قتل نہ کرو، کسی بے گناہ کو بادشاہ کے سامنے اس غرض سے نہ لے جاؤ کہ بادشاہ اس کو قتل کر دے، جادو نہ کرو سود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ، کفار کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو اور اے یہودیو تم پر خصوصیت کے ساتھ یہ فرض ہے۔ کہ سبت کے دن (ہفتہ) حد سے تجاوز نہ کرو۔

صفوان فرماتے ہیں کہ یہ سن کر دونوں یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔

رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ پھر میری پیروی کرنے میں تمہارے لئے کیا چیز مانع ہے؟ ان یہودیوں نے کہا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی (داؤد علیہ السلام) اولاد میں ہمیشہ نبی ہوتا رہے اور ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم نے آپ کی پیروی کی تو یہود ہمیں قتل نہ کر دیں۔
(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

Marfat.com

یہودیوں کا آخری بیان حضرت داؤد علیہ السلام پر ایک افترا تھا انہوں نے یقیناً اس قسم کی کوئی دعا نہیں کی کیونکہ زبور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کا نبی آخر الزماں ہونا بیان کر دیا گیا تھا۔ ان یہودیوں نے اپنی بے عملی کے لئے اس بہتان کو آڑ بنایا حالانکہ وہ دل سے ایمان نہیں رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ان کی یہ شہادت محض ظاہری اور بناوٹی تھی۔ اسی قسم کے منافق کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو گلوں کے درمیان پھر رہی ہو کبھی اس گلہ کی طرف چلی جاتی ہے کبھی اس گلہ کی طرف چلی جاتی ہے (مسلم)

ان منافقین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سلوک نہیں کیا جو کفار کے ساتھ کیا تھا اگرچہ وحی کے ذریعہ رسول اللہ کو ان منافقین کا حال بتا دیا گیا تھا اور انہیں متعین کر دیا گیا تھا ہمارے زمانہ میں ان کا متعین کرنا مشکل ہے اس لئے کہ نفاق ایک اندرونی اور باطنی چیز ہے اور اس کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے لیکن اندازہ پر شرعی احکام جاری نہیں کئے جاتے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا۔ تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں۔ (۱) جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کردہ توحید اور ضروریات دین کا اقرار کیا) اس سے رک جانا (یعنی اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کرنا) کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو اور کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام کے دائرے سے خارج نہ کرو۔ (۲) اور جہاد میری بعثت کے بعد سے اس وقت تک جب تک کہ اس امت کا آخری طبقہ دجال سے جہاد کرے جاری رہیگا کسی امام کا عدل اور کسی امیر کا ظلم و جور جہاد کو باطل نہیں کرے گا (بلکہ جہاد ہمیشہ واجب رہیگا) (۳) اور تقدیرات الٰہی پر ایمان لانا (ابوداؤد)

اس حدیث سے منافقین کی دونوں قسموں کے احکام معلوم ہو جاتے ہیں۔ پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ جو شخص بھی کلمۂ شہادت کا اقرار کرے خواہ وہ ظاہری اقرار ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک نہ کیا جائے بلکہ اس کی ظاہری حالت کے مطابق سلوک کیا جائے اور دوسری قسم یعنی جو لوگ عمل کے اعتبار سے منافق ہیں انکا حکم یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتے خواہ ان میں منافقین کی عادتیں ہی کیوں نہ موجود ہوں۔ اسی کو ایک حدیث میں تشبیہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے خارج ہو جاتا

Marfat.com

ہے اور اس کے سر پر چھتری کی طرح رہتا ہے اور جب وہ شخص اس گناہ سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو ایمان دوبارہ اس کی طرف واپس آجاتا ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ گناہ کرتے وقت نورِ ایمان اس سے رخصت ہو جاتا ہے مگر اس کے سر پر سایہ کئے رہتا ہے تاکہ خدا کا غضب اس پر نہ ٹوٹ پڑے اور جب یہ شخص گناہ کے اس تاریک دائرے سے باہر آجاتا ہے تو ایمان کی روشنی دوبارہ اس کی طرف لوٹ آتی ہے۔ غرض وہ اس گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہو جاتا۔ البتہ شرعی حدود جاری کی جاتی ہیں منافقین کے ان احکام کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے اوصاف اور ان کی خصوصیات کو بھی بیان فرمایا۔

(۵) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! منافق کی تین علامتیں ہیں۔ (۱) جب بھی گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب بھی وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے (۳) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ یہ نفاق کی خصلتیں ہیں جس میں یہ پائی جائینگی اس میں گویا نفاق کی خصلتیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ نفاق کی خصوصیات بعض اور بھی ہیں۔

(۶) عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار خصوصیتیں ہیں جس شخص میں بھی یہ موجود ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت موجود ہے اس میں

Marfat.com

گویا نفاق کی خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اس کو ترک کردے۔
وہ خصلتیں یہ ہیں (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو غداری کرے اور جب کسی سے جھگڑا ہو جائے تو گالیوں پہ اتر آئے۔ (بخاری۔ مسلم)

(۸)

وسوسہ

ایمان باللہ اور توحید کے متعلق بعض مرتبہ کسی کے دل میں خطرات اور وسوسے پیدا ہوتے ہیں ان خطرات کے متعلق یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ان سے ایمان میں خلل پیدا ہو سکتا ہے یا یہ وسوسے ایمان کے نقص اور کمزوری کی علامت ہیں ان شبہات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع فرما دیا کہ ان وسوسوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے میری امت کے حق میں ان خطرات اور وسوسوں سے درگذر کیا ہے جو کسی کے دل میں کھٹکتے ہوں جب تک کہ ان خطرات اور وسوسوں پر وہ عمل نہ کرے یا انہیں زبان سے نہ نکالے۔ (بخاری۔ مسلم)

اگر ان وسوسوں کے مطابق کوئی شخص عمل کرنا شروع کردے یا انہی کے مطابق اپنا عقیدہ بنالے اور اس کا اظہار شروع کردے تو

Marfat.com

اس وقت ان پر گرفت کی جائے گی۔

(۲) اِن ہی ابوہریرہ کی ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی اور اُن لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے دل میں کبھی کبھی ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کو زبان پر لانا بھی ہمارے لئے بہت بڑی بات معلوم ہوتی ہے۔

آپ نے دریافت فرمایا! کیا ایسا کوئی خطرہ تم نے اپنے دل میں پایا ہے؟

صحابہ نے کہا۔ جی ہاں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"یہ تو ایمان خالص ہے!" (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے خطرات کا پیدا ہونا اور اس کے بعد یہ احساس ہونا کہ یہ بڑے خطرات اور وسوسے ہیں ایمان کی دلیل ہے اور ان خطرات کا علاج بھی یہ ہے کہ ان کو کوئی اہمیت نہ دی جائے اور ان کی طرف سے توجہ ہٹا دی جائے غالباً رسول اللہ نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ "یہ تو خالص ایمان ہے" تاکہ صحابہ کے دل سے ان وسوسوں کی اہمیت ختم ہو جائے ان کی توجہ اس طرف سے پھر جائے اور جس چیز کو وہ ایمان کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں اسی کو اپنے ایمان کی دلیل سمجھیں۔

(۳) حضرت ابوہریرہ نے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شیطان تم میں سے ایک شخص کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا

Marfat.com

یہانتک کہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا تو جب وسوسہ اس حد تک پہنچ جائے تو خدا سے پناہ مانگنی چاہیئے اور اس خیال سے باز آجانا چاہیئے! (بخاری ومسلم)

یعنی یوں کہنا چاہیئے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط

(۴) حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لوگ ایک دوسرے سے آپس میں بحث ومباحثہ کریں گے یہانتک کہ گفتگو میں یہ بات بھی کہی جائے گی کہ مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا ہے پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ پس جو شخص اس قسم کی گفتگو تک پہنچ جائے تو اس کو کہنا چاہیئے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ[1] (بخاری ومسلم)

(یعنی ایسی باتوں کو سن کر اپنے صحیح عقیدے کا اظہار واقرار کرنا چاہیئے۔

(۵) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ جنات میں سے ایک رفیق اور فرشتوں میں سے ایک رفیق مقرر نہ کر دیا گیا ہو۔

صحابہ نے دریافت کیا۔ اور آپ کے ساتھ یا رسول اللہ ؐ۔؟ آپؐ نے فرمایا! میں بھی (یعنی میرے ساتھ بھی اسی طرح جن و فرشتہ رفیق ہیں) لیکن اللہ نے اِس جن کے مقابلہ میں میری امداد فرمائی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ مجھ سے صرف بھلائی ہی کے لئے

---

[1] میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آیا۔

Marfat.com

کہتا ہے۔ (مسلم)

جن و فرشتہ کی رفاقت یا تو حقیقی ہے اور انسان کے ہمزاد ہیں یا یہ انسان کے نفس اور ضمیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی انسان میں بُری اور بھلی خواہشات کی جو قدرتی تحریک پیدا ہوتی ہے ان کو شیطانی اور ملکی قوتوں سے تعبیر کیا گیا ہے اور جن کے اسلام قبول کرنے اور مطیع ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کے دل میں بُری خواہش پیدا ہی نہیں ہوتی اور نبی کی نفسی قوت اس کی ملکی قوت کی تابع ہو جاتی ہے۔

(۶) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! شیطان انسان کی رگ رگ میں دوڑتا ہے۔ (بخاری)

یعنی انسان کی رگ رگ میں شیطان اثر کرتا ہے اور اس کو گمراہ کرنے پر پوری طرح قابو یافتہ ہے۔

(۷) حضرت جابر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے۔ اور دربار منعقد کرتا ہے پھر اپنی فوج کی ٹکڑیوں کو لوگوں کے گمراہ کرنے اور فتنہ میں مبتلا کرنے کے لئے بھیجتا ہے ان میں سے جو شیطان سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے وہی شیطانوں کے سردار کا سب سے زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی شیطان آتا ہے اور اپنے سردار کے سامنے اپنی کارگذاری بیان کرتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کئے شیطانوں کا سردار کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا (یعنی کوئی بڑا کام انجام نہیں دیا) ایک دوسرا شیطان آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے

Marfat.com

ایک ابن آدم کا اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اسکی بیوی کے درمیان تفریق نہ کرادی۔ یہ سن کر شیطانوں کا سردار اس کو قریب تر بلا لیتا ہے اور اس کے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے تم سب سے اچھے ہو۔ (مسلم)

شوہر اور بیوی کے درمیان فساد اور اختلاف پیدا کرنے کی وجہ سے چونکہ ایک پورے گھرانہ میں فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور اس کی خرابیاں بہت دور دور تک پہنچتی ہیں اس لئے شیطان اعظم کے نزدیک ایک شیطان کی سب سے عظیم خدمت یہی ہے کہ میاں اور بیوی میں تفریق کرا دی جائے۔

۸۔ حضرت جابر کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب میں مومنین اس کی پرستش کریں گے البتہ ان کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کے متعلق اس کی امیدیں قایم ہیں۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں وہ لوگ اب اس کی پرستش نہیں کریں گے اور ایمان واسلام سے منہ موڑ کر دوبارہ بتوں کی پوجا اور کفر و شرک کی طرف نہیں لوٹیں گے البتہ ان کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے کے متعلق شیطان کی توقعات قایم ہیں۔ اور جزیرۃ العرب کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ اس وقت تک اسلام جزیرۃ العرب سے باہر نہیں پہنچا تھا یا اس بنا پر تخصیص فرمائی کہ جزیرۃ العرب جو معدن اسلام اور مہبط وحی ہے وہاں سے

Marfat.com

مسلمانوں میں بھی افتراق واختلاف ڈلوانے کی سعی کرے گا تو باہر کے مسلمان اس بلا سے کیوں کر محفوظ رہ سکتے ہیں۔

(۹) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میرے دل میں کچھ ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کو زبان پر لانے کی بجائے میں یہ زیادہ پسند کرتا ہوں کہ کاش میں ایک سیاہ کوئلہ ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے اس کے خیالات کو وسوسہ ہی تک محدود رکھا۔ (ابوداؤد)

اگر انسانی دماغ ان خیالات میں دلچسپی لیتا رہے تو ان کا نتیجہ بیشتر بے دینی الحاد اور ارتداد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جب ان کے متعلق دماغ میں یہ تصور قائم ہو جائے کہ یہ ناپسندیدہ ہیں اور ان کو زبان پر لانے کی بہ نسبت اس کے نزدیک اپنی قوتوں کا سلب ہو جانا اور ایک بے جان پتھر اور کوئلہ ہو جانا زیادہ پسند ہے تو یہ یقین ہے کہ پھر اس قسم کے خیالات الحاد اور بے دینی تک نہیں پہنچا سکتے اور وہ صرف وسوسہ کی حد تک محدود رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس شخص کے دماغ نے ان خیالات میں کوئی دلچسپی نہ لی اور اس کا معاملہ صرف وسوسہ ہی تک محدود رہا۔

(۱۰) حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے رہیں گے یہاں تک

Marfat.com

کہ بات اس حد تک پہنچ جائے گی کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے لیکن خدا کو کس نے پیدا کیا؟ جب لوگ گفتگو میں یہ الفاظ کہنے لگیں تو تم یہ کہو۔

اَللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ؕ (ابوداؤد)

یعنی تم کو اپنے صحیح عقیدے کا اظہار اور اعلان کر دینا چاہیئے۔

(۱۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن آدم پر شیطان کا بھی ایک اثر ہے اور فرشتے کا بھی ایک اثر ہے شیطان کا وسوسہ تو یہی ہے کہ انسان کو شر کے لئے آمادہ کرے اور حق کو جھٹلانے کی ترغیب دے اور فرشتے کا الہام یہ ہے کہ ابن آدم کو خیر کے لئے آمادہ کرے اور حق بات کی تصدیق کے لئے ترغیب دے پس جو شخص اپنے قلب میں اس قسم کی ترغیب اور آمادگی محسوس کرے تو خدا کا شکر کرے اور یہ سمجھے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے اور اگر بدقسمتی سے دوسری بات محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ کی شیطان رجیم سے پناہ طلب کرے۔ (ترمذی)

مطلب وہی ہے کہ انسان کے قلب میں شیطان بھی وسوسہ ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی الہام کرتا ہے دونوں کے اثر مختلف ہوتے ہیں اگر خیر کا خیال پیدا ہو اور توحید و رسالت کی تصدیق کا خیال آئے تو خدا کا شکر کرے اور اگر خدانخواستہ بری باتوں کا خیال پیدا ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہے۔ خدا سے پناہ مانگنے کی برکت سے شیطانی وسوسہ دور ہو جائے گا۔

اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اسکے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کبھی کوئی ہستی بھی اس

(۹)

تقدیرِ الٰہی پر ایمان

خدا کی (توحید) اس کی ذات اور صفات پر ایمان لانے کے ساتھ ہی یہ ضروری ہے کہ تقدیرِ الٰہی کی بھی تصدیق کی جائے۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ ہی کی قضا اور قدر سے ہوتا ہے اور اس کے علم اور طے کردہ فیصلے کے مطابق ہے۔ تقدیر کا مسئلہ بہت اہم ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں غیر ضروری بحث و تنقیح کو پسند نہیں فرمایا اس لئے کہ یہ مسئلہ عام سمجھ سے بلند ہے۔ اور اس میں غیر ضروری بحث و مباحثہ بعض دفعہ عقیدے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ انسان یا تو اپنے کو مجبورِ محض سمجھنے لگتا ہے یا بالکل اپنے کو بااختیار خیال کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ اگر انسان ہر اعتبار سے بااختیار ہوتا تو جو چاہتا وہ کر لیا کرتا اور اگر محض جمادات کی طرح مجبور اور بے بس ہوتا تو کچھ بھی نہ کر سکتا پس ان دونوں حالتوں کے درمیان ایک مرتبہ ہے اور اسی مرتبہ کی بنا پر انسان ہر قسم کی بازپرس اور ثواب و عذاب کا ذمہ دار ٹھیرایا گیا ہے۔ جبر اور اختیار کے درمیان یہ مرتبہ ایسا باریک ہے کہ اس کو عوام نہیں سمجھ سکتے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے وہی بندہ اس فرق کو سمجھ سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بصیرت عطا کی گئی ہو۔ اولیاء کرام جو

نفوس قدسیہ کے مالک ہوتے ہیں یا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو نور حقیقی کے مالک اور صاحب ہوتے ہیں اور جن کی روح قضاء وقدر کی تمام حکمتوں اور جملہ رموز کی آئینہ دار ہوتی ہے وہ اس مرتبہ کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خواجہ کونین اور رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی مجلس میں مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ[1] بھی فرماتے تھے اور اسی مجلس میں رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ[2] کہہ کر اپنی خطاؤں کی معافی بھی مانگتے تھے۔

یعنی بہ یک وقت اللہ رب العزت کی کمال طاقت اور اپنی مجبوری و بے بسی کا بھی اقرار فرماتے تھے اور اسی وقت اپنی خطاؤں اور لغزشوں کا اعتراف کرتے ہوئے خدا سے مغفرت بھی طلب کرتے تھے اسی طرح حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھٰکُمْ عَنْہُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُمْ[3] پھر اسی مجلس میں فرماتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ[4] انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ الفاظ اسی عمیق اور باریک فرق کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو جبر اور اختیار کے مابین ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک واقعہ منقول ہے کہ امام موصوف نے ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق

---

[1] جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو اس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوا [2] اے رب میری بخشش کر دیجیے اور میری توبہ قبول کر لیجیے آپ ہی توبہ قبول کرنے والے اور مغفرت کرنے والے ہیں [3] یعنی میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ میں جس چیز سے تم کو منع کرتا ہوں اس کو میں خود ہی کرنے لگوں میں تو اپنی طاقت اور استطاعت کے موافق تمہاری اصلاح اور سنوار چاہتا ہوں [4] یعنی اس بات کے پورا ہونے میں اللہ کی توفیق اور اس کی امداد کا محتاج ہوں۔

رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اے جگر گوشۂ رسول اللہؐ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسا کوئی امر تفویض کیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جو چاہیں کریں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ وہ اپنی ربوبیت اور اپنی خدائی بندوں کے سپرد کردے پھر امام ابوحنیفہ نے دریافت کیا۔ کیا اللہ تعالےٰ نے بندوں پر جبر کیا ہے اور کسی چیز کے کرنے پر ان کو مجبور کیا ہے ؟ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان عدل سے یہ بات بعید ہے کہ وہ بندوں کو کسی بات پر مجبور کرے اور پھر اس بات پر بندوں کو عذاب کرے امام ابوحنیفہ نے پھر عرض کیا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اصل صورت کیا ہے۔ اگر بندہ مختار بھی نہیں اور مجبور بھی نہیں تو پھر اس کی حالت کیا ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حالت بین بین ہے نہ جبر ہے اور نہ تفویض بالکل اکراہ بھی نہیں اور محض تسلیط اور اختیار بھی نہیں اُردو کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

چلا عدم سے میں ہستی کو بول اٹھی تقدیر بلا میں پڑنے کو کچھ اختیار لیتا جا

(۱) عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے ہی مخلوق کی تقدیریں لکھدی تھیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم)

آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے چاند اور سورج ہی نہ تھے اور زمین

Marfat.com

یا سورج ہی کی حرکت سے دن رات اور ماہ و سال بنتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بہت ہی طویل مدت پہلے جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا خدا نے کائنات کے لئے ایک اندازہ طے کر دیا تھا۔ اور اب جو کچھ ہو رہا ہے اسی طے شدہ تقدیر کے موافق ہو رہا ہے۔

(۲) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہر چیز یہاں تک کہ لاچاری وہشیاری بھی قضائے الٰہی کے مطابق ہوتی ہے اور تقدیر الٰہی سے وجود میں آتی ہے۔ (مسلم)

قدرت واختیار، ضعف وقوت اور دانائی ونادانی غرض انسانی صفات میں ہر ایک چیز تقدیر الٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔ خدا نے جس کا جتنا حصہ مقدر کر دیا ہے اسی قدر پہنچتا ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! خدا کے حضور میں آدم و موسیٰؑ (علیہما السلام) کے درمیان بحث ہوئی اور ایک دوسرے نے اپنے اپنے دعوی کے متعلق دلائل طلب کئے اور جہاں تک دلیل کا تعلق ہے آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ تم وہی آدم ہو جن کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنایا (اپنی قدرت سے پیدا کیا) تمہارے جسم میں اپنی روح پھونکی (محض اپنے فضل سے تمہارے جسم میں روح ڈالی) اپنے فرشتوں سے تمہیں سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں تمہیں رکھا پھر تم نے اپنی

Marfat.com

خطاؤں کی وجہ سے انسانوں کو جنت سے زمین پر لا ڈالا حضرت آدمؑ نے فرمایا! تم وہی موسیٰؑ ہو جس کو خدا نے اپنے پیغامات اور اپنے خطاب کیلئے منتخب کیا تمہیں تورات کی الواح عنایت فرمائیں جن میں ہر چیز واضح طور پر بیان کر دی گئی تھی اور تمہیں مناجات کے لئے اپنا مقرب بنایا تمہیں معلوم ہے کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے خدا نے تورات کو لکھ دیا تھا؟ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا چالیس سال قبل (یعنی کافی عرصہ قبل) حضرت آدمؑ نے فرمایا کیا تورات میں تم نے یہ بھی دیکھا تھا کہ فَعَصٰی[1] آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا جی ہاں!

حضرت آدمؑ نے فرمایا! کیا تم ایک ایسے کام پر مجھکو ملامت کر رہے ہو جس کے متعلق اللہ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے ہی یہ مقدر کر دیا تھا کہ میں اس کو کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اس طرح آدم علیہ السلام دلیل کے اعتبار سے موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ (مسلم)

تقدیر الٰہی کسی عمل کے وجود میں آنے کی حقیقی علت ہے لیکن دنیا میں خدا نے اس کو کسی نہ کسی سبب سے وابستہ کر دیا ہے اور اسی سبب کے ساتھ جزا اور سزا کا تعلق پیدا کر دیا ہے اس عمل میں ہماری نگاہ اس سبب ہی تک پہنچ سکتی ہے اس لئے اسی سبب کی بنا پر ہر حکم لگا سکتی

---

[1] آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ راہ سے بھٹک گیا۔

Marfat.com

ہیں جس پر ہمیں اختیار حاصل ہے۔ حضرت آدم اور موسیٰ علیہ السلام کی بحث اس عالم کی بحث نہیں ہے بلکہ وہ حظیرۃ القدس اور عالم برزخ کی بحث ہے جہاں اسباب کے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور انسان حقیقی علت کو محسوس کرتا ہے اسی کی طرف حضرت آدم نے اشارہ فرمایا! کہ آپ تو ایک پیغمبر ہیں تکوین کے رازوں سے واقف ہیں اور پھر ایسے عالم میں ہیں جہاں تکلیف ذمہ داری اور فرض کا کوئی نشان نہیں ہے اسباب کے پردے اُٹھ چکے ہیں پھر بھی آپ اصل علت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عالم اسباب کے مقررہ قانون کے ماتحت زمین پر انسانی نسل کے پھیلنے پھولنے کا سبب ہی خطا کو قرار دے رہے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی اور دنیا میں انسانی نسل کی مصائب و مشکلات کو آدم علیہ السلام کی اسی خطا کا نتیجہ سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے آدم علیہ السلام کو ملامت کی اور جب ان پر تکوین کا راز کھل گیا تو قائل ہو گئے۔ کہ یہ سب کچھ تقدیر الٰہی کے ماتحت ظاہر ہوا۔ ورنہ دنیا میں انسانی نسل کا آنا اور دنیا کی محنت و مصیبت میں مبتلا ہونا اگر آدم علیہ السلام کی خطا ہی کی وجہ سے ہوتا اور یہ سب کچھ اسی خطا کی سزا ہوتی تو آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہو جانے کے بعد جس کی قرآن نے شہادت دی ہے کہ فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ [1] یہ سزا باقی نہ رہتی اور انسانی نسل دنیا سے پھر جنت میں چلی جاتی۔

---

[1] آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات (استغفار و توبہ) حاصل کئے اور خدا نے انکی توبہ قبول کر لی۔

Marfat.com

اس کے علاوہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم کو ان کی خطا پر ملامت نہیں کی بلکہ اولاد آدم کے دنیاوی مصائب و آلام پر ملامت کی تھی اور ان کو ان مصائب کا سبب قرار دیا حالانکہ یہ صحیح نہیں تھا۔ مصائب تو صرف خدا کی طرف سے مقدر ہوتے ہیں۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ حضرت آدمؑ نے اسی تقدیر کی طرف اشارہ فرمایا! اس لئے اس حدیث کو دلیل و حجت بنا کر کوئی شخص اپنے گناہوں کے لئے تقدیر کا عذر پیش نہیں کرسکتا اس لئے کہ ارتکاب گناہ سے قبل اس کو تقدیر الٰہی کا علم حاصل نہیں ہے دوسری طرف عزم و ارادہ اور اس کا استعمال جو کسی گناہ کے صادر ہونیکا سبب ہیں اس کے اختیار میں دیدئے گئے ہیں۔ علم الٰہی کے مطابق اگرچہ ایک شخص سے گناہ سرزد ہونا ضروری تھا ہی مگر کم از کم اس نے تو اپنے اختیار کے استعمال سے ہی اس کو حاصل کیا۔

(۴) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا! تم میں ایک شخص کا مادۂ تخلیق ماں کے پیٹ میں چالیس یوم تک نطفہ کی شکل میں برقرار رہتا ہے اس کے بعد اتنی ہی مدت تک وہ بستہ خون رہتا ہے اس کے بعد وہ اسی قدر عرصہ تک ایک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد خدا ایک فرشتہ کو چار کلمات دیکر بھیجتا ہے جو اس کا عمل، رزق اور بدبختی یا نیک بختی لکھ دیتا ہے اور اس کے بعد اس کے جسم میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے کام

Marfat.com

کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہی ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے (یعنی بہت قریب پہنچ جاتا ہے) لیکن تقدیر الٰہی اس پر غالب آتی ہے اور وہ اہل جہنم کا عمل اختیار کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص اہل جہنم کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہے اور اس کے بعد تقدیر الٰہی اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کا عمل اختیار کر کے جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ (بخاری مسلم)

ایک شخص زندگی بھر مسلمان رہتا ہے اور موت سے پہلے کافر ہو جاتا ہے کفر ہی پر اس کی موت ہوتی ہے اور وہ جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے اسی طرح ایک شخص اپنی تمام زندگی کفر میں بسر کرتا ہے اور اس کی موت ایمان واسلام کی حالت میں واقع ہوتی ہے اور وہ جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

(۵) سہل بن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ایک بندہ دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ تقدیر الٰہی میں وہ جنتی ہوتا ہے (اسی طرح ایک شخص) اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے اور خاتمے کے اعتبار سے وہ دوزخی ہوتا ہے عمل کا اعتبار تو خاتمہ ہی سے ہوتا ہے۔ (بخاری مسلم)

جن اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے ان ہی کا اعتبار ہے اس لئے کسی شخص کو اپنی طاعت وعبادت پر مغرور نہ ہونا چاہیئے اور کسی کو اس بات سے غافل نہ رہنا چاہیئے کہ اس کا کوئی بھی عمل زندگی کا آخری عمل ہو سکتا ہے

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY SECTION

اس لئے اس کا ہر ایک عمل اچھا ہونا چاہیئے تاکہ جس عمل پر بھی اس کی زندگی کا خاتمہ ہو وہ ایک بہتر عمل ہو۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچہ کے جنازہ کے لئے بلایا گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! پاکیزہ زندگی تو اس بچہ کے لئے ہے جو جنت کی چڑیوں میں سے ایک معصوم چڑیا ہے برا کام کرنا تو درکنار اس نے برائی کو پایا تک نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا معاملہ اس کے برعکس ہو اے عائشہ! (یعنی یہ بچہ جنتی نہ ہو) اللہ نے کچھ لوگ جنت کے لئے پیدا کئے ہیں اور ان کو جنت کے لئے اس وقت مخصوص کر دیا ہے جب کہ وہ اپنے باپ دادا کی پیٹھ میں تھے (اسی طرح) جہنم کے لئے کچھ لوگ پیدا کئے ہیں اور ان کو جہنم کے لئے اس وقت مقدر کر دیا تھا جب کہ وہ اپنے آبار کی پشت میں تھے (مسلم)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس معاملہ کے متعلق تحقیق نہ ہو اس کے متعلق قطعی اور یقینی حکم نہ لگانا چاہیئے۔ ان بچوں کے متعلق جو مکلف ہونے اور ذمہ داریاں برداشت کرنے کی عمر سے پہلے ہی وفات پا چکے ہیں جنتی اور دوزخی ہونے کا حکم لگانے کے لئے یہ حدیث دلیل و حجۃ نہیں ہے اس لئے کہ یہ حدیث بچوں کے متعلق تفصیلی حکم آنے سے قبل ارشاد فرمائی گئی ہے چھوٹے اور نابالغ بچوں کے متعلق مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں تفصیلی بحث آئے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

(۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا ٹھکانا (علم الٰہی کے مطابق پہلے ہی سے) جہنم یا جنت میں نہ لکھا دیا گیا ہو۔

صحابہ نے دریافت کیا پھر ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ کرکے کیوں نہ بیٹھ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟

آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو، ہر شخص کو اسی چیز کے لئے آسانیاں بہم پہنچائی جاتی ہیں جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے جو اہل سعادت ہے اس کے لئے سعادت اور نیک بختی کے کام آسان کردئے جاتے ہیں اور جو شخص اہل شقاوت کے گروہ میں ہے اس کے لئے شقاوت و بدبختی کے کام آسان کردئے جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

یعنی ہر شخص جنت اور جہنم میں سے جس چیز کے لئے پیدا کیا گیا ہے اسی کے اعمال اختیار کرلیتا ہے اور اسی قسم کے اعمال اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں۔

(۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے زنا کا بھی ایک حصہ مقدر کردیا ہے جس کو وہ ضرور حاصل کرکے رہے گا۔ آنکھوں کا زنا بری نگاہ سے دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا زبان سے کہنا ہے نفس میں تمنا اور خواہش پیدا ہوتی ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق و تکذیب کرتی رہتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

یعنی تقدیر الٰہی میں جہاں اور باتیں درج ہیں وہاں انسان کے تمام

اچھے بُرے عمل بھی لکھے ہوئے ہیں اور جس کو اچھے یا بُرے کام کا جتنا حصہ ملنے والا ہوتا ہے وہ مل کر رہتا ہے۔

(۹) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ایک نوجوان شخص ہوں مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں زنا میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور میرے پاس اتنی دولت بھی نہیں جس کے بل بوتہ پر میں عورتوں سے شادی کر سکوں (اس طرح حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپ کو خصی کر لینے کی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پھر عرض کیا۔ اس پر بھی آپؐ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ میں نے پھر اپنی بات دہرائی آپ نے پھر بھی سکوت ہی اختیار کیا۔ میں نے چوتھی مرتبہ عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہ! جو کچھ بھی تمہیں پیش آنے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے۔ اب تم خواہ اپنے آپ کو خصی کر لو یا اس ارادہ کو چھوڑ دو! (بخاری)

یعنی علم الٰہی میں جو بات مقرر ہو چکی ہے وہ ہو کر رہیگی اس کے لئے اسباب مساعد ہوں یا نہ ہوں۔

(۱۰) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد آدم کے دل اس طرح اللہ کی انگلیوں کے درمیان ہیں جس طرح ایک دل! خدا ان کو جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ۔[1] (مسلم)

---

[1] اے دلوں پر تصرف کرنے والے خدا ہمارے دل اپنی طاعت کی طرف لگا دے۔

یعنی جس طرح ایک چھوٹی سی چیز انگلیوں کے قبضہ میں ہوتی ہے اور انگلیاں جس طرح چاہتی ہیں اس سے کھیلتی ہیں اسی طرح نوعِ انسانی کے دل خدا کے تصرف میں ہیں جس طرف وہ چاہتا ہے ان کو لگا دیتا ہے۔

ان روایات سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہوتی ہے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ بُری چیز اور بُرے اعمال تقدیرِ الٰہی سے خارج اور ان کا خالق خود انسان ہے۔

(۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی بچہ ایسا نہیں ہے جو فطرت پر پیدا نہ ہوتا ہو پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح بہائم صحیح وسالم بچہ جنتے ہیں کیا تم اس بچہ میں کوئی عضو کٹا ہوا محسوس کرتے ہو۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ ایک انسان کا بچہ قبولِ حق کی مکمل صلاحیت لے کر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے بعد ماں باپ یہودی نصرانی یا مجوسی عصبیت پیدا کر دیتے ہیں بعض مرتبہ یہ تعصب اس صلاحیت پر غالب آجاتا ہے اور وہ حق تک رسائی حاصل کرنے سے محروم رہجاتا ہے اور بعض مرتبہ اس کی فطرت اس کی عصبیت کو مغلوب کر لیتی ہے۔

(۱۲) ان ہی ابوہریرہ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے اعمال کیا ہوتے اور ان کی وجہ سے وہ جنت میں جاتے یا دوزخ کے مستحق ہوتے) (بخاری مسلم)

کفار کی اس اولاد کے متعلق جو سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے وفات

Marfat.com

پایا جاتی ہے اس سوال پر کہ وہ دوزخی ہوں گے یا جنتی علمار اسلام کے مختلف مذاہب ہیں تقریباً جس قدر احتمالات ہیں اسی قدر اقوال ملتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ماں باپ کے تابع ہوں گے اور اس لئے جہنمی ہوں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ فطرت پر تھے اس لئے اہلِ جنت میں شامل ہوں گے بعض کا خیال ہے کہ چونکہ اپنے عمل کی وجہ سے وہ نہ جنت کے مستحق ہیں اور نہ دوزخ کے اس لئے جنت و دوزخ کے درمیان اعراف میں ہوں گے نہ وہ جنت کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے اور نہ ان کو عذاب دیا جائیگا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔ بعض کا قول ہے کہ اللہ کے اس علم کے مطابق کہ وہ زندہ رہتے تو کس قسم کے عمل کرتے ان میں سے بعض جنتی ہوں گے اور بعض دوزخی۔ لیکن علمار اہل سنۃ کی اکثریت نے ان کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں توقف کیا ہے بہرحال انکا معاملہ خدا سے متعلق ہے اور حدیث میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱۳) مسلم بن یسار کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ[1] تو حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس کے بعد ان کی پشت پر اپنا داہنا ہاتھ پھیر کر اس سے ان کی ذریت کو نکالا اور فرمایا

---

[1] جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد برآمد کی۔

Marfat.com

کہ میں نے ان کو جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت ہی کے کام کریں گے اس کے بعد پھر ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے ایک ذریت برآمد کی اور فرمایا کہ ان کو میں نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جہنم ہی کا عمل کریں گے۔

ایک شخص نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ پھر عمل کس شمار میں ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ اللہ جب کسی بندے کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس کو اہل جنت کے اعمال کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ اہل جنت ہی کے کسی عمل پر اس کی وفات ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے وہ اس بندے کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جب کسی بندے کو نار جہنم کے لئے پیدا کرتا ہے تو اہل نار ہی کے عمل اس کے لئے آسان کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسکی موت بھی اہل نار ہی کے کسی عمل پر آتی ہے اور اس کی وجہ سے خدا اسکو نار جہنم میں ڈال دیتا ہے۔ (مالک وترمذی وابوداؤد)

(۱۴) عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں (فہرستیں) تھیں آپ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ جانتے ہو! یہ کیا کتابیں ہیں؟

صحابہ نے فرمایا۔ ہمیں معلوم نہیں آپ ہی ارشاد فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے ہاتھ میں جو کتاب تھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ اس میں اہل جنت کے نام ان کے آباء اور قبائل کے نام ثبت ہیں اور اس فہرست کے آخر میں میزان لگا دی گئی ہے اب ان ناموں

Marfat.com

میں کبھی کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد آپ نے اس فہرست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی ارشاد فرمایا۔

یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجی ہوئی وہ کتاب ہے جس میں اہل جہنم کے اور ان کے آباء و قبائل کے نام درج ہیں اور ان ناموں کے آخر میں میزان لگادی گئی ہے اب ان میں کبھی کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

صحابہ نے دریافت کیا۔ اگر اس معاملہ سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہو تو یا رسول اللہ پھر عمل کس شمار میں ہے۔؟

آپ نے فرمایا۔ حق کی راہ پر قایم رہو اور اس سے قریب تر رہو اس لئے کہ ایک جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے کسی عمل پر ہوتا ہے خواہ وہ کوئی کام کرتا رہے اور ایک جہنمی کا انجام اہل جہنم کے کسی کام پر ہوتا ہے خواہ وہ کوئی عمل کرتا رہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کے اشارہ سے ان کتابوں کو ایک طرف ڈال دیا اور فرمایا تمہارا رب تو بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو چکا ہے۔ ایک فریق جنت میں ہے اور ایک جہنم میں۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے علم کے مطابق اہل جنت اور اہل جہنم کو پہلے ہی سے متعین کر دیا ہے اور ان کی فہرست کی گویا میزان لگا دی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ علم الٰہی کے خلاف کوئی چیز وقوع میں نہیں آ سکتی۔

Marfat.com

(۱۵) ابو خزامہ نے اپنے والد کے حوالہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے (ابو خزامہ کے والد نے) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمیں بتلائیے کہ یہ دعائیں جو ہم پڑھواتے ہیں اور یہ دوائیں جنکو ہم استعمال کرتے ہیں اور یہ بچاؤ کی چیزیں جن سے ہم بچاؤ حاصل کرتے ہیں کیا یہ چیزیں تقدیر الٰہی کو مسترد کر سکتی ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ چیزیں بھی تقدیر الٰہی کے ہی ماتحت ہیں۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

یعنی جس طرح خدا نے امراض مقدر کئے ہیں ان امراض کا ازالہ بھی دوا سے مقدر فرما دیا ہے۔ اس لئے مرض کا علاج کرنا چاہئے ممکن ہے تقدیر الٰہی میں علاج ہی سے اچھا ہونا مقدر کر دیا گیا ہو دعاؤں سے مراد کچھ پڑھ کر مریض پر پھونکنا اور بچاؤ کی چیزیں مثلاً جنگ میں ڈھال وغیرہ کا استعمال کرنا۔

(۱۶) حضرت ابو موسیٰؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ نے آدم کو ایک مُٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا ہے جس کو اس نے تمام زمین سے حاصل کیا تھا اس لئے آدم علیہ السلام کی اولاد زمین کی خصوصیات کے اختلاف کے مطابق مختلف پیدا ہوئی۔ بعض ان میں سرخ اور سفید ہیں، بعض سیاہ اور بعض میانہ رنگ بعض نرم طبیعت ہیں اور بعض سخت اسی طرح کچھ لوگ عادتوں کے اعتبار سے بُرے ہیں اور کچھ اچھے۔ (احمد، ترمذی، اور ابو داؤد)

یعنی رنگ و روپ کا اختلاف اور طبیعت کا نرم گرم ہونا سب تقدیر الٰہی کے ماتحت ہے اور انسان کے اختیار سے باہر ہے۔

Marfat.com

(۱۷) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے مخلوق کو ظلمت اور تاریکی میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنے نور کی روشنی ڈالی جس شخص تک یہ روشنی پہنچ گئی اس نے صحیح راہ کو پا لیا اور جس شخص تک یہ روشنی نہ پہنچ سکی وہ گمراہ ہو گیا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ علم الٰہی کے مطابق قلم تو لکھ کر خشک بھی ہو چکا ہے۔ (احمد و ترمذی)

(۱۸) حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ[۱] میں نے (انس) عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو آپ پر ایمان لا چکے ہیں کیا آپ کو ہمارے متعلق خوف ہے (کہ ہم عیاذاً باللہ ایمان سے پھر جائیں گے)

آپ نے فرمایا۔ بے شک۔ دل تو خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس طرح چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

(۱۹) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ دل کی مثال تو اس پر کی طرح ہے جو ایک چٹیل میدان میں پڑا ہوا ہو، ہوائیں اس کو الٹتی پلٹتی رہتی ہیں۔ (احمد)

(۲۰) ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ عز و جل ہر ایک بندہ کی پیدائش کے متعلق پانچ چیز وں سے فارغ ہو چکا ہے، عمر، عمل، ٹھکانا، حرکت و سکون، اور رزق (احمد)

---

[۱] اے دلوں کے پھیر دینے والے اللہ میرے دل کو اپنے دین پر ثابت کر دے۔

ٹھکانے سے مراد قیام کی جگہ یا قبر کی جگہ۔ حرکت وسکون سے مراد سفر اور حضر وغیرہ غرض جو باتیں عام طور سے ایک انسان کو پیش آتی ہیں وہ سب لکھی جا چکی ہیں۔

(۲۱) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیندہ واقعات کے متعلق تذکرہ کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں فرمایا اگر تم یہ سنو کہ ایک پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر لو لیکن کسی شخص کے متعلق اگر تم یہ سنو کہ اس نے اپنی عادات میں تغیر پیدا کر لیا ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا اس لئے کہ وہ اسی طرف لوٹے گا جس پر اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ (احمد)

چونکہ انسان کے اخلاق وعادات اعمال وافعال عقل ودانش غرض کہ ہر ایک حرکت وسکون پہلے سے مقدر کی جا چکی ہے اس لئے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تقدیر کے خلاف واقع ہونا ناممکن ہے یہ ہو سکتا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے لیکن تقدیر الٰہی نہیں ٹل سکتی۔

(۲۲) ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس زہر آلودہ بکری کے گوشت کی وجہ سے جو آپ نے کھا لیا تھا ہر سال آپ کو تکلیف ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اس سلسلہ میں مجھے جو بھی تکلیف پہنچی ہے وہ میرے لئے اس وقت مقدر کر دی گئی تھی جب کہ آدم علیہ السلام مٹی کی شکل میں تھے (ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر بھی تیار نہیں ہوا کہ خدا نے

Marfat.com

میرے لئے یہ تکلیف مقدر کردی تھی۔

کچھ یہودیوں نے سازش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں زہر ملاکر دیدیا تھا اسی کے اثر سے آپ کو ہر سال تکلیف ہو جاتی تھی۔

(۲۳) ابن ویلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قدر کے متعلق میرے قلب میں کچھ بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سنایئے تاکہ اللہ تعالیٰ میرے دل کے شبہات کی بے چینی کو دور کردے حضرت اُبی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات کو عذاب کرنا چاہے تو عذاب کرسکتا ہے اور وہ باوجود اس کے بھی ظالم نہیں قرار دیا جاسکتا اسی طرح اگر وہ آسمان و زمین کی تمام مخلوق کو اپنی رحمت سے سرفراز کرنا چاہے تو یہ رحمت و شفقت بھی ان کے اعمال سے ان کے حق میں بہتر ہو گی۔ اے ابن ویلمی اگر تو اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کے راستے میں خرچ کردے تو اس خیرات کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں کریگا جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ اور تیرا یہ عقیدہ نہ ہو کہ جو بلا یا نعمت تجھ کو حاصل ہوئی ہے وہ تجھ سے تجاوز کرنے والی نہ تھی اور جو نعمت یا بلا تجھ سے تجاوز کر گئی اور تجھ کو نہیں پہنچی وہ تجھ کو ہرگز پہنچنے والی نہ تھی۔ اگر تو اس عقیدے کے خلاف مرے گا تو تو آگ میں داخل ہو گا ابن ویلمی کہتے ہیں پھر میں عبداللہ ابن مسعود کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسی ہی بات سُنائی۔ پھر میں حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بھی مجھکو یہی بات سنائی پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی یہی بات بیان کی۔ (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ)

یعنی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو عذاب کرنے کے باوجود ظالم نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ اپنی ملک میں ہر قسم کا تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے۔ جو چیز حاصل ہو جائے اس کو یہ سمجھے کہ یہ حاصل ہونے ہی والی تھی میں اس سے بچ نہیں سکتا تھا اور جو چیز حاصل نہ ہو اور میسر نہ آئے اس کو یہ سمجھے کہ یہ میرے مقدر میں نہ تھی اور مجھ کو ملنے والی نہ تھی۔ اگر تقدیر کے مسئلے پر ایمان نہ ہوگا اور اس اعتقاد کے خلاف کوئی شخص مریگا عیاذاً باللہ تو وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔

(۴۲) حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا جس وقت ان کو پیدا کرنا چاہا (پھر پیدا کرنے کے بعد) ان کے سیدھے کوٹھے پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی اور ان کی دائیں جانب سے ان کی اولاد کو جو سفید رنگ کی تھی نکال لیا اور اس وقت اس اولاد کی حالت یہ تھی کہ گویا وہ چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں ہیں پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کے بائیں مونڈھے پر اپنی قدرت کا ہاتھ مارا اور اس جانب سے ایک سیاہ رنگ کی اولاد کو نکال لیا ان کی حالت یہ تھی جیسے سیاہ کوئلہ ہوتا ہے پھر اللہ تعالےٰ نے دائیں جانب والی اولاد کے متعلق فرمایا یہ جنت کی طرف اور مجھکو کچھ پرواہ نہیں پھر بائیں جانب کی مخلوق کو ارشاد ہوا دوزخ

Marfat.com

کی طرف اور میں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ (احمد)

جنت دوزخ کی طرف کا مطلب یہ ہے کہ یہ گروہ دائیں جانب والا جنتی ہے اور یہ بائیں طرف کی اولاد جہنمی ہے۔ پرواہ نہیں کا مطلب یہ ہے کہ ان پر جنت کا حکم کرنے اور ان پہ دوزخ کا حکم لگانے میں مجھے کوئی روکنے والا نہیں۔

(۲۵) حضرت مطر بن عکامس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی موت کو کسی خاص زمین پر مقدر کرتے ہیں تو اس بندے کے لئے کوئی ایسی ضرورت اور حاجت لگا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں پہنچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ (احمد، ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ قضائے الہٰی بہر حال پوری ہو کر رہتی ہے اور جس زمین پر مرنا ہے وہاں مرنے والا کسی نہ کسی طرح پہنچتا ہے۔

(۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا پس ان کی پشت سے ان کی تمام وہ اولاد جس کو اللہ تعالیٰ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا نکل آئی اللہ تعالیٰ نے تمام باہر آنے والی ذریت کی پیشانی پہ ایک نورانی چمک ظاہر کر کے حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو پیش کیا حضرت آدم نے دریافت کیا اے رب یہ کون لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے حضرت آدم کو اس اولاد میں سے ایک شخص کی پیشانی کا نور اور چمک بہت

Marfat.com

پسند آئی حضرت آدم نے عرض کیا اے رب یہ کون شخص ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارے بیٹے داؤد ہیں حضرت آدم نے عرض کیا الٰہی ان کی عمر تو نے کتنی مقرر کی ہے ارشاد ہوا ساٹھ سال حضرت آدم نے کہا اے رب میری عمر میں سے چالیس سال ان کی عمر میں بڑھا دیجئے۔ (یعنی میری عمر سے چالیس سال ان کی عمر میں زیادہ کر کے پورے سو کر دیجئے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب حضرت آدم کی عمر کے چالیس سال رہ گئے تو ملک الموت ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کیوں! کیا میری عمر کے ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں ملک الموت نے کہا کیا آپ نے اپنی عمر سے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت آدم نے انکار کیا ان کی اولاد بھی انکار کرے گی حضرت آدم بھول گئے اور شجر ممنوعہ سے کچھ کھا لیا ان کی اولاد بھی بھول چوک میں مبتلا ہو گی حضرت آدم سے خطا کی ان کی اولاد سے بھی خطائیں ہوں گی۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی میں تمام معاملات طے شدہ ہیں یہاں تک کہ تمام مخلوق کی عمریں وغیرہ بھی لکھی جا چکی ہیں۔ حضرت آدم کو تمام اولاد میں حضرت داؤد پسند آئے اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ بیٹوں میں ایک خاص مناسبت تھی حضرت آدم کو بھی اپنی خطا پر مدتوں رونا پڑا اور حضرت داؤد بھی ایک لغزش کے باعث عرصہ تک گریہ و بکا میں مبتلا رہے۔ یہ جو فرمایا آدم نے انکار کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ انکار عناد اور

Marfat.com

سرکشی کی بنا پر نہ تھا بلکہ عالم ارواح کا واقعہ حضرت آدم کو یاد نہ رہا اور ذہول ہو گیا اور چونکہ باپ بیٹوں میں بفحوائے الولد سر لابیہ ایک مناسبت ہوتی ہے اس لئے فرمایا کہ جو باتیں حضرت آدم سے سرزد ہوئی ہیں (نسیان، انکار، خطا) وہی سب باتیں ان کی اولاد سے بھی ظہور پذیر ہوں گی۔

(۲۷) حضرت ابو نضرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں ان کو ابو عبد اللہ بھی کہتے ہیں یہ صحابی ایک دفعہ بیمار ہوئے ان کے احباب جب ان کی عیادت کو آئے تو یہ رو رہے تھے ان کے احباب نے کہا کیوں روتے ہو تم کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ بشارت دی ہے کہ ابو عبد اللہ تم اپنی موچھوں کو کٹوایا کرو اور یہ موچھیں پست کرنے کا فعل ہمیشہ کرتے رہنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کی بشارت دی گئی ہے پھر کیوں پریشان ہوتے ہو) حضرت ابو نضرہ نے یہ سنکر کہا یہ واقعہ تو صحیح ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے اللہ تعالےٰ اپنی بعض مخلوق کو دائیں ہاتھ کی مٹھی میں، اور بعض کو دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں لے کر فرمایا یہ جنت کے لئے اور یہ جہنم کے لئے اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا (یعنی اس فیصلہ سے مجھے کوئی قوت باز رکھنے والی نہیں) پس مجھے معلوم نہیں کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی کونسی مُٹھی میں تھا۔ (احمد)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے پیش نظر مجھ پر خوف کا غلبہ ہے اور لا اُبالی[1] کے الفاظ سے خوف زدہ ہو کر روتا ہوں، ڈاڑھی بڑھانا

---

[1] یعنی مجھے پرواہ نہیں۔

مونچھوں کو پست کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔ دائیں ہاتھ کے مقابلے میں بایاں ہاتھ نہیں فرمایا بلکہ دوسرا ہاتھ کہا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہی ہیں بائیں ہاتھ کی نسبت ان کی طرف بے ادبی اور شان تنزیہ کے خلاف ہے۔

مسئلہ قدر میں افراط و تفریط

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان بالقدر پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا ہے اور سطحی طور پر جو شبہات اس سلسلہ میں پیدا ہو سکتے تھے ان کو بھی آپ نے دفع فرما دیا ہے، تاہم اس میں شبہ نہیں کہ قدر کا مسئلہ بہت ہی اہم اور مشکل ترین مسئلہ ہے اور اس کے باوجود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اچھی طرح کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے لیکن پھر بھی لوگ اس مسئلہ میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں اور اس بحث میں پڑ کر انھوں نے ایک مختلف راہ اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ علماء کے ایک طبقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے اور اس کو اپنے اعمال و افعال پر کوئی اختیار نہیں انسان کی طرف اعمال و افعال کی نسبت ایسی ہی ہے جیسی جمادات کی طرف ان کی نسبت کی جائے۔ اس طبقہ کو جبریہ اور مرجۂ کہا جاتا ہے۔

اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ انسان کے اعمال و افعال اور تمام بڑی چیزیں خدا کے دائرہ قدرت سے خارج ہیں ان کے ساتھ مشیت الٰہی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انسان ہی ان کا خالق ہے اور اس کو

Marfat.com

اپنے اعمال پر مکمل قدرت حاصل ہے۔ ان لوگوں کو قدریہ اور معتزلہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ لوگ تقدیر الٰہی کا انکار کرتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدۂ تقدیر میں افراط و تفریط پر سختی کے ساتھ تنبیہ فرمائی ہے اور اس پر بحث کرنے سے تاکید کے ساتھ منع کیا ہے۔

(۲۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم چند صحابہ قدر کے متعلق بحث و نزاع میں مشغول تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ہمیں اس بحث میں مصروف دیکھ کر آپ کو غصہ آگیا۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے رخساروں پر انار کے سرخ دانے نچوڑ دئے گئے ہیں آپؐ نے فرمایا۔

کیا تمہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے؟

کیا اسی چیز کو لے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔؟

تم سے پہلی قومیں اسی طرح ہلاک ہوئی ہیں کہ انہوں نے اس مسئلہ میں نزاع کیا تھا۔ میں تمہیں تاکید کرتا ہوں میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں تم کوئی نزاع نہ کرو (ترمذی، ابن ماجہ)

(۲۹) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں دو قسم کے گروہ ایسے ہیں جنکا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے ایک مرجیہ اور دوسرا قدریہ۔ (ترمذی بروایت غریب)

(۳۰) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میری امت میں صورتیں

Marfat.com

مسخ ہو جانے اور زمین میں دھنس جانے کے واقعات ہوں گے اور یہ ان لوگوں میں ہونگے جو قدر کی تکذیب کرتے ہیں۔ (ابو داؤد و ترمذی)

(۳۱) ان ہی ابن عمر کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو (احمد ابو داؤد)

مجوسیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس دنیا کے دو خدا ہیں (۱) یزداں (۲) اہرمن۔ یزداں خالق خیر ہے اور اہرمن یعنی شیطان خالق شر ہے۔ اسی طرح بعض قدریہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خیر، اللہ کی جانب سے ہوتی ہے اور بُری چیزوں کا خالق شیطان اور انسان کا نفس ہے۔

(۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہے اور خدا نے ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

(۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ (۲) تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنیوالا (۳) جبر و تکبر کے ساتھ تسلط حاصل کرنے والا تاکہ وہ اپنے قہر سے ان لوگوں کو عزت دے جن کو خدا نے ذلیل کیا ہے اور اس شخص کو ذلیل کرنے کی کوشش کرے جس کو خدا نے عزت دی ہے (۴) حرم الٰہی (یعنی مکہ کے حدود حرم) کی حرمت کو حلال سمجھنے والا (۵) میری اولاد کے حق میں ان چیزوں کو حلال سمجھنے والا جن کو خدا نے حرام کیا ہے۔ یعنی ان کی توہین و تذلیل اور ایذا دہی (۶) اور میری سنت کو حقیر سمجھ کر ترک کرنیوالا۔ (بیہقی)

Marfat.com

(۲۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہلِ قدر کی مجلس میں نہ بیٹھو اور ان کے پاس کوئی معاملہ نہ لے جاؤ۔

اہلِ قدر سے وہی لوگ مراد ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ اگر یہ انکار حجت و دلیل قائم ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے تو ان کی تکفیر میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن جو لوگ مسئلہ کی اُلجھن کی وجہ سے تقدیر کے مسئلہ میں افراط و تفریط کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی ناواقفیت اور دلائل کی غلطی کی وجہ سے ایک غلط راہ اختیار کر لیتے ہیں ان کی تکفیر میں مداہنت احتیاط [illegible]

(۱۰)

مرنے کے بعد جینے پر ایمان

توحید و رسالت اور قدر پر ایمان لانے کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی بھی تصدیق کی جائے۔ مرنے والوں کو خدا دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے کے بعد انہیں جزا و سزا دے گا۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ چار شہادتیں نہ دے اور ان چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے (۱) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں (۲) میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہوں، مجھے حق کے ساتھ بھیجا گیا ہے (یعنی حق دے کر بھیجا گیا ہے۔ اس مرتبہ

ہیں یہ ارشاد قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان کو بھی حاوی ہے یا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مجھے رسول بنا کر بھیجنا برحق ہے) (۳) موت پر اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لائے (۴) اور تقدیر پر ایمان لائے (ترمذی وابن ماجہ)

(۲) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے اور اس کو ایسا کرنا مناسب نہیں تھا وہ میرے حق میں بدگوئی کرتا ہے اور اس کو اس کا حق نہیں تھا اس کا یہ کہنا کہ "خدا مجھے دوبارہ کبھی اس طرح پیدا نہیں کرے گا جس طرح اس نے مجھے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا" مجھے جھٹلانا ہے حالانکہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا میرے لئے دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے (میری قدرت کے سامنے ابتداءً پیدا کرنا اور دوبارہ جلانا دونوں یکساں آسان ہیں، اگرچہ کسی شئے کا دوسری مرتبہ بنانا پہلی مرتبہ سے زیادہ آسان ہوتا ہے لیکن جب مجھے ابتداءً کوئی مشکل پیش نہ آئی تو دوبارہ جلانے اور پیدا کرنے میں کیا دشواری ہوسکتی ہے پھر نہ معلوم ابن آدم دوسری زندگی کا کیوں انکار کرتا ہے) اور میرے حق میں اس کی بدگوئی اس کا یہ کہنا ہے کہ "خدا نے اپنا ایک فرزند بنا لیا ہے" حالانکہ میں وہ یکتا و بے نیاز ہوں کہ نہ کسی کی اولاد ہوں اور نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میری ذات وصفات میں کوئی میرے مشابہ ہے۔ (بخاری)

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو صبح شام اس کے سامنے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر مرنے والا اہلِ جنت میں سے ہے تو اہلِ جنت کا ٹھکانا اور اگر وہ اہلِ جہنم میں سے ہے تو جہنمیوں کا ٹھکانا اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تیری منزل ہے یہانتک کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن تجھے دوبارہ اٹھا کر اس منزل تک پہونچا دیگا۔ (بخاری و مسلم)

(۴) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم قیامت کے دن غیر مختون برہنہ اور برہنہ پا حشر کئے جاؤ گے اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ[1]۔

وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ[2]۔

عذاب قبر

عذاب قبر یعنی عالم برزخ کا عذاب بھی موت کے بعد دوبارہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد موقعوں پر برزخ کے عذاب اور واردات کے متعلق ارشادات فرمائے ہیں اور متعدد قرآنی آیات میں بھی معاد اکبر سے قبل عالم برزخ میں روح کی ان کیفیات و احکام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے حدیث میں عالم برزخ کو قبر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

[1] جس طرح ہم نے ابتدائی خلقت کے وقت پیدا کیا تھا اسی طرح ہم اس کو دوبارہ پیدا کریں گے

[2] یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم اس کو ضرور پورا کریں گے۔

Marfat.com

برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جس کو دونوں عالموں کے ساتھ ایک نسبت ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لئے تین دور اور تین دار قرار دیئے ہیں دار دنیا۔ دار برزخ اور دار قرار یا دار آخرت ان میں سے ہر ایک دور کے لئے چند مخصوص احکام مقرر کئے گئے ہیں دنیا کے احکام میں انسان کے ظاہر کو یعنی اس کے بدن کو براہ راست پیش نظر رکھا جاتا ہے روح پہ یہ احکام بدن کے واسطے سے جاری ہوتے ہیں چنانچہ شرعی احکام میں اعضاء و جوارح کے ظاہری اعمال ہی پر عمل کا لحاظ رکھا جاتا ہے روح اور ضمیر کی اندرونی کیفیات پہ حکم نہیں لگایا جاتا عالم برزخ میں احکام روح پہ مرتب ہوتے ہیں اور بدن روح کے واسطہ سے ان احکام سے متاثر ہوتا ہے جس طرح دنیا میں روح اعضاء جسم کے ذریعہ لذت والم کو محسوس کرتی تھی اور اعضاء براہ راست راحت و مصیبت کے اسباب سے استفادہ کرتے تھے اسی طرح برزخ میں بدن روح کے تابع ہو کر لذت والم اور نعمت و عذاب کا احساس کرتا ہے اور روح براہ راست ان کیفیات کو محسوس کرتی ہے۔ دنیا میں بدن ظاہر ہوتا ہے اور روح بدن میں مستور و مدفون ہوتی ہے۔ برزخ میں روح ظاہر ہوتی ہے اور جسم مدفون و مستور ہوتا ہے اس لئے برزخ کے احکام براہ راست روح ہی پر مرتب ہوتے ہیں روح ہی ان واردات اور کیفیات کو محسوس کرتی ہے اور جسم روح کے واسطہ سے لذت و راحت یا درد والم محسوس کرتا ہے جسم کو خواہ دفن نہ کیا گیا ہو اس کے اجزاء منتشر کر دیئے گئے

Marfat.com

ہوں روح کو ان اجزاء سے ایک تعلق رہے گا اور اسی تعلق کی وجہ سے روح کے احساسات سے جسم جہاں بھی ہو متاثر ہوتا رہے گا۔ احادیث میں لذت وراحت کی جو کیفیات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً قبر کی ٹھنڈک، وسعت نور، وغیرہ اسی طرح درد وکرب کی جن کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً قبر کے پہلوؤں کا باہم مل جانا پسلیوں کا ادھر سے ادھر ہو جانا۔ گرز کی ضرب، چیخیں، سانپوں کا ڈسنا وغیرہ براہ راست روح ہی کے احساس سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں جسم ان سے معنوی طور پر روح کے واسطہ سے اثر قبول کرتا ہے اگرچہ ایک دیکھنے والے کو ظاہری طور پر ان میں سے کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا۔ دنیا میں اس کیفیت کا اندازہ ایک خواب دیکھنے والے کے احساس راحت والم سے لگایا جا سکتا ہے۔ خواب میں ایک شخص راحت یا تکلیف محسوس کرتا رہتا ہے اور بدن اس سے اثر قبول کرتا ہے لیکن ایک بیدار انسان کو ان میں کوئی ایک چیز بھی نظر نہیں آتی۔

دوسرے یہ کہ خدا نے آخرت اور برزخ کے معاملات کو دنیا کی نگاہوں سے مستور کر دیا ہے تاکہ ایمان بالغیب کا امتیاز برقرار رہے مشاہدہ کے بعد تو ایک انسان ایمان لانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس کا ایمان اختیاری نہیں ہوتا اس لئے احادیث میں جو کیفیات بیان کی گئی ہیں وہ اگرچہ حقیقی طور پر موجود ہوتی ہیں مگر ہم انہیں محسوس نہیں کر سکتے۔

(۵) براء بن عازب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ یہ شہادت

Marfat.com

دیتا ہے کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔[1]

ایک اور روایت میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مرنے والے سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو وہ (مسلمان) جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۶) حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے منہ موڑ کر جانے لگتے ہیں۔ تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور اس کے بعد دریافت کرتے ہیں کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تو کیا عقیدہ رکھتا تھا ایک مومن جواب دیتا ہے کہ (میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) اس کے بعد اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے اس جہنم کے ٹھکانے کو دیکھو جس کی بجائے اللہ نے تمہارے لئے جنت میں ٹھکانا مقرر کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔

منافق اور کافر سے جب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ تو اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہا کرتا تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں کچھ

[1] ثابت و قائم رکھتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں قول ثابت پر دنیا اور آخرت میں۔

Marfat.com

نہیں جانتا۔ بس زبان سے وہی کہتا تھا جو مومن کہا کرتے تھے۔ (کافر صرف یہی جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا) چنانچہ اس سے کہا جاتا ہے کہ۔ نہ تو نے حق کو سمجھا اور نہ اس کی پیروی کی اور آہنی گرزوں سے اس کو ایک ضرب لگائی جاتی ہے اور وہ بری طرح چیختا ہے۔ اس کی چیخ کو انسان و جنات کے علاوہ ہر وہ چیز سنتی ہے جو اس کے متصل ہے۔ (بخاری و مسلم)

قدموں کی آہٹ سننے سے مطلب یہ ہے کہ ابھی اس کے ساتھی اسکو دفن کر کے زیادہ دور نہیں جانے پاتے کہ نکیرین کا سوال شروع ہو جاتا ہے یا حقیقتہً وہ جانے والوں کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔

اسی طرح اس شخص کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک پیش کی جاتی ہے جس کے متعلق اس سے سوال کیا جاتا ہے یا وہ پردے اٹھا دئے جاتے ہیں جو درمیان میں حائل ہوتے ہیں اور آپ کی ذات بعینہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے۔ یا آپ کی ذات اس قدر مشہور و معروف ہے کہ آپ کو دکھائے بغیر صرف اشارہ ہی سے وہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا جا رہا ہے۔

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو "منکر" اور دوسرے کو "نکیر" کہا جاتا ہے چنانچہ یہ فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ۔ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تیرا کیا عقیدہ تھا۔ ایک مومن جواب

دیتا ہے یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تم یہی جواب دو گے اس کے بعد قبر اس کے لئے ستر گز مربع وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کو منور کر دیا جاتا ہے اور اس کے بعد بندہ سے کہا جاتا ہے کہ "آرام سے سو جاؤ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے عزیز و اقارب کے پاس جانا چاہتا ہوں تاکہ انہیں اس حالت سے مطلع کر دوں۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں۔ عروس کی طرح سو جاؤ (دولھا یا دلہن) جس کو اس کا محبوب ترین رفیق ہی جگاتا ہے۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن اسی راحت میں رہتا ہے یہاں تک کہ خدا اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھاتا ہے۔

اور اگر مدفون منافق ہوتا ہے تو فرشتوں کے جواب میں وہ کہتا ہے۔ میں نے لوگوں کو یہ بات کہتے ہوئے سنا تھا اسی طرح میں نے بھی کہنا شروع کر دیا میں اس کی حقیقت نہیں جانتا۔ فرشتے کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی جواب دے گا۔ چنانچہ زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ "اس کو دبا دو" چنانچہ وہ اس کو دباتی ہے اور اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں اسی حالت میں وہ معذب رہتا ہے یہاں تک کہ خدا اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھاتا ہے مطلب یہ ہے کہ منکر و نکیر بھیانک اور ڈراؤنی شکل میں اس کے سامنے آتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک اس کو دکھا کر آپ کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ مومن کا جواب سن کر لطف و مہربانی کے ساتھ اسے

Marfat.com

خواب راحت کی بشارت دیتے ہیں اور کافر و منافق کا جواب سن کر اس کو عذاب دیا جاتا ہے فرشتوں کا یہ کہنا کہ ہم جانتے تھے تو یہی جواب دیگا یہ ایک اندازہ ہے جو اچھے برے آدمی کی صورت دیکھ کر لگایا جاتا ہے گویا تیری صورت دیکھکر ہی ہم یہ سمجھ گئے تھے کہ تو یہ جواب دیگا۔

(۸) براء بن عازب نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدفون کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ مومن کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ فرشتے دریافت کرتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں پیدا کیا گیا ہے؟ وہ کہتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرشتے کہتے ہیں۔ یہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی اس پر ایمان لایا تھا اور اس کی تصدیق کی تھی۔ اسی واقعہ کے متعلق خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ[۱]۔ اس کے بعد آسمان سے ایک منادی یہ ندا دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لئے جنت کے فرش بچھا دو اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اس کے لئے ایک دروازہ کھول دو چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ جنت کی نسیم اور اس کی شمیم اس مؤمن بندے کو محسوس ہوتی ہے اور اس کی قبر میں اس کی حد نگاہ تک وسعت پیدا کر دی جاتی ہے۔

---

[۱] ثابت و قائم رکھے گا اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں قول ثابت پر۔

کافر کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ اس کے جسم میں روح کو دوبارہ لوٹایا جاتا ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر دریافت کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے۔ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ کافر جواب دیتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ فرشتے کہتے ہیں یہ کون شخص ہے جو تمہارے درمیان بھیجا گیا تھا؟ کافر جواب دیتا ہے ھاہ ھاہ مجھے نہیں معلوم اس کے بعد آسمان سے ایک منادی آواز دے کر کہتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا اس کے لئے جہنم کا فرش بچھا دو، اس کو جہنم کے لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف اس کیلئے ایک دروازہ کھول دو چنانچہ جہنم کے شعلے اور زہریلی ہوائیں اس تک پہنچتی ہیں اس کی قبر اس حد تک تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہیں اور پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ عذاب کے لئے مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے پاس ایک ایسا آہنی گرز ہوتا ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر مارا جائے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے چنانچہ فرشتۂ عذاب اس گرز سے اس کافر پر ایسی ضربیں لگاتا ہے کہ انسان و جن کے سوائے مشرق و مغرب کے درمیان ہر ایک چیز اس ضرب کو سنتی ہے اور کافر کا جسم اس سے پارہ پارہ ہو جاتا ہے اس کے بعد اس کی روح کو پھر اس میں واپس کیا جاتا ہے (اور اسی طرح وہ یوم حشر تک معذب رہے گا) احمد و ابو داؤد)

فرشتۂ عذاب کے اندھا اور بہرا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہیں دیکھیگا کہ ضرب کہاں پڑتی ہے اور مضروب کی فریاد سے بھی متاثر نہیں ہوگا۔

Marfat.com

(۹) حضرت عثمان کے متعلق روایت ہے کہ آپ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو یہاں تک روتے کہ آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں میں بھیگ جاتی۔ ایک مرتبہ آپ سے کہا گیا کہ جنت و جہنم کو یاد کر کے آپ اس قدر نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر آپ کے آنسو بہنے لگتے ہیں آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قبر آخرت کی اولین منزل ہے اگر اس سے نجات مل گئی تو اس کے بعد آنے والی منزلیں آسان ہیں اور اگر اسی سے نجات نہ ملی تو اس کے بعد جو کچھ آنے والا ہے وہ اس سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت عثمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی منظر پریشان کن اور گھبرا دینے والا نہیں دیکھا مگر یہ کہ قبر کا منظر سب سے زیادہ گھبرا دینے والا پایا۔ (ترمذی ابن ماجہ)

(۱۰) ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم برزخ (قبر) میں کافر پر ننانوے زہریلے اژدھے مسلط کر دئے جاتے ہیں جو اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈستے رہتے ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک اژدہا زمین پر پھنکار مار دے تو زمین پر کبھی سبزی نہ اُگے (دارمی ترمذی)

(۱۱) حضرت جابر کا بیان ہے کہ سعید بن معاذ کا جب انتقال ہوا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنازہ کے ساتھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان پر جنازہ کی نماز ادا کر دی اور ان کو قبر میں رکھ دیا گیا اور مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک تسبیح پڑھی اور ہم بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے رہے اس کے بعد آپ نے تکبیر کہی (اللہ اکبر) کہا

Marfat.com

چنانچہ ہم نے بھی تکبیر کہی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اول تسبیح اور اس کے بعد تکبیر کیوں کہی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی اس کے بعد اللہ نے اس کو (اپنے نبی کی برکت سے) وسیع کر دیا۔ (احمد)

(۱۲) حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ سعد بن معاذ کو دفن کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے جس کی موت کے باعث عرش الہٰی بھی ہل گیا اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے اور اس کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے باوجود ان تمام مراتب کے خدا کی قسم زمین اس پر ملائی گئی اور پھر کشادہ کر دی گئی۔ (نسائی)
عرش کی حرکت یا تو مسرت کے باعث ہوئی کہ ایک نیک بندہ عالم بالا کی طرف پہنچا۔ یا یہ حرکت اور ہلنا رنج کے باعث ہوا کہ زمین والے ایک نیک بندہ کی برکت سے محروم ہو گئے۔ حدیث میں آتا ہے اللہ کے بعض ایسے نیک بندے بھی ہیں جن کے مرنے پر آسمان و زمین روتے ہیں۔ بہر حال قبر کا فتنہ ایسا فتنہ ہے کہ اس میں سب کو مبتلا ہونا ہے۔

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ عورت میرے پاس آئی اور باتوں باتوں میں اس نے عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے کہا اے عائشہ اللہ تم کو عذاب قبر سے بچائے یہودیہ سے یہ سن کر حضرت عائشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں عذاب قبر حق ہے حضرت

Marfat.com

عائشہؓ فرماتی ہیں اس واقعہ کے بعد سے میں نے دیکھا کہ شاید ہی کوئی نماز ایسی ہوتی ہوگی جس کے بعد حضور عذاب قبر سے پناہ نہ مانگتے ہوں۔ (بخاری مسلم)

(۱۴) حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تشریف لے جارہے تھے جب آپ نبیؐ بخار کے باغ کے پاس سے گذرے تو خچر اچھلنے لگا ہم آپ کے ساتھ تھے خچر ایسا بدکا کہ آپؐ کے گرنے کا اندیشہ قریب ہوگیا (خچر کے اس طرح بدکنے سے ہم کو احساس ہوا کہ یہ کیا بات ہے) یکایک دیکھا گیا کہ باغ کی دیوار کے پاس پانچ یا چھ قبریں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اصحاب قبور کو کوئی جاننے والا ہے حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا میں ان سے واقف ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ کب مرے ہیں اس نے کہا ان کی موت شرک پر ہوئی ہے (یعنی یہ مشرکین کی قبریں ہیں جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور شرک ہی پر ان کا خاتمہ ہوا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اپنی قبروں میں آزمائش اور امتحان میں مبتلا کئے جاتے ہیں اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم خوف زدہ ہوکر اپنے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ بیٹھو تو میں اللہ تعالی سے دعا کرکے تم کو عذاب قبر کی وہ باتیں سنوا تا جو میں سنتا ہوں پھر ہماری جانب متوجہ ہوکر سرکار نے فرمایا اللہ تعالی کی پناہ مانگو دوزخ کے عذاب سے حاضرین نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں آگ کے عذاب سے پھر آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو عذاب قبر سے حاضرین نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں قبر کے عذاب سے

Marfat.com

پھر آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو ظاہر و باطن کے فتنوں سے حاضرین نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ظاہر اور باطن کے فتنوں سے پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی پناہ مانگو دجال کے فتنہ سے لوگوں نے کہا ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں دجال کے فتنوں سے۔ (مسلم)

سوائے جنات اور انسان کے باقی مخلوق کو عذاب قبر کی کیفیت محسوس ہوتی ہے شاید اسی وجہ سے حضورؐ کا خچر بدکا ہوگا۔ جب آپ نے عذاب قبر اور قبر کے ابتلا کا ذکر فرمایا تو اس سلسلہ سے میں دوسری خطرناک چیزوں سے بھی پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ فتنوں کے ظاہر و باطن سے یا تو قلب اور جسم کے امراض مراد ہیں اور یا خفیہ اور علانیہ فتنوں کی جانب اشارہ ہے ان ہی فتنوں میں سے چونکہ دجال کا فتنہ بہت اہم اور بہت خطرناک ہے جو اس امت کو قیامت کے قریب پیش آنے والا ہے (عیاذاباللہ) اس لئے اس کو علیحدہ خاص طور پر ذکر فرمایا حدیث میں آتا ہے جو شخص سورۂ کہف پڑھنے کا ورد رکھتا ہے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا۔

(۵۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہ تھی کہ جب کسی میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو قبر کے پاس کھڑے رہتے تھے اور لوگوں سے فرمایا کرتے تھے اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو پھر اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو یہ وقت ہے کہ تمہارے بھائی سے سوال کیا جارہا ہے۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ یہ وقت امتحان اور نکیرین کے سوال کا ہے تم اس میت کے لئے بخشش کی دعا کرو اور یہ دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ اسکو آزمائش اور امتحان میں پورا اتارے اور نکیرین کا جواب اس پر آسان ہو۔

(۱۶) حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریر فرمانے کھڑے ہوئے تو آپ نے دوران تقریر میں قبر کے فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا آدمی اس قبر کے فتنہ میں مبتلا ہونے والا ہے جب آپ قبر کے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے تو مسلمان چیخیں مار مار کر رونے لگے اور اس آہ وبکا میں تقریر کا آخری حصہ میں نہیں سُن سکی۔ جب رونے کا شور کم ہوا تو میں نے ایک شخص سے جو میرے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا دریافت کیا اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا بے شک میری جانب یہ بات وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں قریب قریب فتنہ دجال کے فتنوں میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ (نسائی)

حضرت اسماءؓ نے تقریر کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو ایک شخص سے دریافت کر کے پورا کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے فتنہ کی وحشت اور دہشت کو فتنہ دجال کے قریب قریب فرمایا مطلب یہ ہے کہ دجال جو دنیا میں خدائی کا دعویٰ کریگا اور لوگوں کو بکثرت گمراہ کرے گا۔ اس فتنہ میں جیسی گھبراہٹ اور پریشانی ہوگی ایسی ہی گھبراہٹ اور پریشانی ایک انسان کو قبر میں ہوتی ہے۔ قبر کی تنہائی، تاریکی، وحشت، اور فرشتوں کی

ڈراؤنی شکل اور ان کا سوال یہ سب باتیں ایسی ہیں جو گھبراہٹ اور پریشانی کا موجب ہوں گی من فتنۃ الدجّال و من فتنۃ القبر۔

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے (اگر وہ نیک ہے) تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اس حال میں کہ اس پر کسی قسم کی پریشانی اور گھبراہٹ نہیں ہوتی پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کس مذہب و ملت میں تھا وہ کہتا ہے میں اسلام میں تھا۔ یعنی مسلمان تھا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ کون شخص ہیں۔ وہ کہتا ہے یہ محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس کھلی کھلی روشن دلیلیں اللہ کی طرف سے لیکر تشریف لائے ہم نے ان کے دلائل کی تصدیق کی پھر اس سے کہا جاتا ہے تو نے اللہ کو دیکھا ہے وہ شخص کہتا ہے کسی کی یہ مجال اور یہ طاقت نہیں کہ اللہ کو دیکھ سکے۔ (اس جواب کے بعد) اس شخص پر دوزخ کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے یہ جہنم کی طرف دیکھتا ہے اور اس کو معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے بعض انگارے اپنی تیزی سے دوسرے انگاروں کو توڑ رہے ہیں اس شخص سے کہا جاتا ہے جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بچا لیا ہے اس کو دیکھ لے پھر اس پر جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی۔ یہ جنت کے حسن و جمال اور جو خوبیاں اس میں ہیں۔ اس کو دیکھے گا۔ اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے تو یقین اور ایمان پر قائم تھا۔ یقین ہی پر تجھ کو موت آئی اور انشاء اللہ یقین ہی پہ تو اٹھایا جائے گا۔ (یعنی اللہ کے رسول جو کہتے تھے اس پر تیرا ایمان

Marfat.com

پکا اور تیرا یقین پختہ تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اسی طرح بُرے انسان کو بھی اس کی قبر میں اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اس حال میں کہ وہ بہت پریشان اور گھبرایا ہوا ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے تو کون سے مذہب کا پابند تھا وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ کون شخص ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہتا ہے لوگوں کو سنتا تھا وہ جو کچھ کہتے تھے وہ میں بھی کہہ دیا کرتا تھا۔ پھر اس شخص پر جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے یہ جنت کی خوبیاں اور جو حسن وجمال اس میں ہے اس کو دیکھتا ہے اس سے کہا جاتا ہے جس چیز سے اللہ نے تجھ کو محروم کیا۔ ہے اس کو دیکھ لے پھر اس کی جانب دوزخ کی ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے یہ دیکھتا ہے کہ آگ کے شعلے آپس میں ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں اس شخص سے کہا جائیگا یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ تیرا ایمان مشکوک تھا تو شک ہی پر زندہ رہا شک ہی کی حالت میں مرا اور شک ہی کی حالت میں انشاء اللہ اٹھایا جائیگا۔ (ابن ماجہ)

حدیث میں آتا ہے جس حالت میں تم زندگی بسر کرو گے اسی حالت میں تم کو موت آئے گی اور جس حالت میں مرو گے اسی حالت میں اُٹھائے جاؤگے جب کسی غلط عقیدے یا کسی بُرے عمل کا آدمی عادی ہو جاتا ہے تو مرتے وقت تک اسی میں مبتلا رہتا ہے۔

مسلمانوں کو دوزخ اور کافر کو جنت دکھا دی جاتی ہے تاکہ کافر کی حسرت و پشیمانی اور مسلمان کی مسرت وشادمانی میں اضافہ ہو مسلمان کو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں پر صحیح ایمان اور یقین ہے کافر کو

بجائے یقین کے شک ہی شک ہے۔ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ۔[1]

(۱۸) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب میت قبر میں رکھی جاتی ہے تو آفتاب اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا غروب کے وقت ہوتا ہے۔ پس وہ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ کر بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ (ابن ماجہ)

یہ بات یا تو سوال وجواب سے پہلے کہتا ہے یا ممکن ہے سوال وجواب کے بعد کہتا ہو چھوڑ دو سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سوال وجواب ہی کے وقت کہتا ہے اس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں نے ابھی نماز نہیں پڑھی اور آفتاب غروب ہونے کو ہے اس لئے کہتا ہے ٹھیرو میں نماز پڑھ لوں یہ مسلمان ہی کا معاملہ ہوتا ہے اور یہ اس کی سعادت اور نمازی ہونے کی علامت ہے ورنہ کافر یا منافق نماز کو کیا جانے۔ غروب آفتاب کا وقت اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر کی اہمیت زیادہ ہے چونکہ یہ نماز کاروبار کے وقت میں ادا ہوتی ہے جو شخص مشاغل کے باوجود عصر کی نماز کا خیال رکھتا ہے تو وہ دوسری نمازوں کا ضرور خیال رکھتا ہوگا۔ اور غروب شمس کو غریب کے ساتھ ایک مناسبت بھی ہے جیسے شامِ غریباں مسافر کے لئے شام کا وقت سفر میں ایک خاص نوعیت رکھتا ہے۔ پھر وہ مسافر جو سفر کی ابتدائی اور غیر مانوس منزل میں ہو؟

[1] ان کا علم آخرت کے متعلق تھک کر گر گیا یہ شک میں مبتلا ہیں بلکہ یہ اندھے ہو گئے ہیں۔

(۱۱)

قیامت پر ایمان

یوم آخرت اور قیامت پر ایمان لانا بھی ضروریات ایمان میں داخل ہے اس عقیدہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہماری موجودہ دنیا ایک دن ختم ہونے والی ہے اور دنیا کے خاتمہ کے بعد دوبارہ انسانوں کو حشر کیا جائے گا اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور نیک وبد اعمال کی جزا و سزا دی جائیگی قرآن کریم کی بہت سی آیات میں قیامت اور اس کے آثار کی طرف اشارات کئے گئے ہیں۔ مثلاً:۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ - اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا - اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰھَا - کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰھَا - اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا وغیرہ
اسی طرح بہت سی احادیث میں قیامت اور علامات قیامت کا ذکر کیا گیا ہے جن کو تفصیل کے ساتھ قیامت اور علامات کے عنوان کے ماتحت ذکر کرینگے تاہم اس جگہ چند احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں قیامت کے یقینی اور قطعی ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قیامت کو اس طرح دیکھنا چاہتا ہے کہ گویا وہ اس کی نگاہ کے سامنے ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھ لے۔ (احمد و ترمذی)

Marfat.com

(۲) حضرت مستورد بن شداد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں قیامت ہی کے دوران میں بھیجا گیا ہوں لیکن میں قیامت سے اسی طرح آگے نکل آیا ہوں جس طرح یہ انگلی اس انگلی سے آگے نکل آئی ہے۔ (ترمذی)

(۳) حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں (یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی)۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کسی تیسری انگلی کا فصل نہیں ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فصل نہیں ہے میرے بعد صرف قیامت ہی آنے والی ہے۔ یا یہ کہ جس طرح درمیانی انگلی انگشت شہادت سے بڑھی ہوئی ہے اسی قدر میں قیامت سے پہلے آیا ہوں میرے اور قیامت کے درمیان بہت تھوڑا سا فصل ہے

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے تقریباً ایک سال قبل یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم مجھ سے قیامت کے متعلق دریافت کرتے ہو اس کا علم کہ وہ کب آنے والی ہے صرف خدا ہی کو ہے لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے کہ جو آج سے ایک صدی گذر جانے کے بعد تک زندہ رہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں دور صحابہ کے خاتمہ کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سال قبل سے سو سال بعد تک کی مدت میں صحابہ کا دور ختم ہو جائے گا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر قیامت کے متعلق بار بار سوال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اعمال کا حساب کب ہوگا اور جزا و سزا کا آغاز کب سے ہوگا تو ہر شخص کی اپنی انفرادی قیامت تو اس کی موت کے بعد ہی قائم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ البتہ قیامت کبریٰ کا ٹھیک ٹھیک وقت صرف خدا ہی کے علم میں ہے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ کچھ اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور آپ سے قیامت کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے آپ ان لوگوں میں سے سب سے چھوٹے اور کم عمر شخص کو دیکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شخص زندہ رہا تو یہ اچھی طرح بوڑھا نہیں ہونے پائے گا کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائیگی۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی اپنی قیامت صغریٰ قائم ہو جائے گی۔ اس کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ہی تکلیف اور عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا نیک و بد اعمال کی جزا و سزا کے ابتدائی آثار عالم برزخ میں شروع ہو جائیں گے اور اس کے لئے یوم حشر تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا اس لئے زندگی کی فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور عمل خیر کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

ا؎ جو شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کی قیامت تو اسی وقت قائم ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام ایک مرتبہ ایک اجنبی شخص کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اسلام وایمان اور احسان کے متعلق سوالات کئے اور اس کے بعد آپ سے دریافت کیا کہ قیامت قائم ہونے کے صحیح وقت سے مجھے مطلع فرمایئے!

آپؐ نے فرمایا۔ اس کے متعلق جس سے دریافت کیا جا رہا ہے وہ دریافت کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی وقوع قیامت کے متعلق میرا اور تمہارا علم یکساں ہے۔)

جبریل علیہ السلام نے کہا۔ اچھا تو کچھ قیامت کی علامتیں ہی بتا دیجئے۔

آپؐ نے فرمایا۔ یہ کہ باندیاں اپنے آقا جننے لگیں اور تم دیکھو کہ بھوکے ننگے بکریاں چرانے والے بلند و بالا عمارتوں پر فخر کرنے لگیں۔ مطلب یہ ہے کہ باندیاں کثرت سے پھیل جائیں اور ان کے آقا ان سے اولاد حاصل کرنے لگیں جو آقا کی اولاد ہونے کی وجہ سے خود ان کی بھی آقا ہوگی اور ان باندیوں کی آزادی کا سبب ہوگی اس طرح یہ ارشاد دولت و نعمت کی کثرت کی طرف ایک اشارہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس ارشاد میں اولاد کی نافرمانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہو یعنی اولاد اس قدر نافرمان ہو جائے کہ ماں اور باپ کے ساتھ ایک آقا کی طرح سلوک کرنے لگے اور معمولی حیثیت کے لوگ شاہانہ عمارات بنانے لگیں اور ان پر فخر کرنے لگیں تو سمجھو قیامت قریب آچکی ہے۔

Marfat.com

(۱۲)

انبیاء اور صحف انبیاء پر ایمان

توحید الٰہی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، تقدیر الٰہی، بعث بعد الموت اور قیامت پر ایمان رکھنے کے ساتھ ہی ایک مؤمن کا دل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اجمالی طور پر ان تمام انبیاء پر ایمان لائے جن کو خدا نے اس دنیا میں انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اور جن میں سے بعض کا تذکرہ قرآن کریم میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے ان کتابوں اور صحیفوں کی بھی اجمالی طور پر تصدیق کرے جو ان انبیاء پر نازل کئے گئے تھے۔ قرآن کی شہادت کے مطابق چونکہ انبیاء پر نازل کی ہوئی ان کتابوں میں قوموں نے تحریف کی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کی بیان کردہ تعلیمات کے متعلق خاموش رہنے کی تاکید کی ہے اور تفصیلی طور پر صرف انہی چیزوں کی تصدیق کی اجازت دی ہے جو قرآن کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہیں۔ اور اس نورانی مخلوق کے وجود پر بھی یقین رکھے جس کو ملائکہ (فرشتے) کہا جاتا ہے اور جس کا ذکر قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(۱) عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ عمر بن الخطاب صحابہ کے ایک گروہ کی معیت میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابن صیاد کی طرف گئے۔ ان حضرات نے ابن صیاد کو بنی مغالہ کی آبادیوں میں کھیلتا ہوا پایا۔ چنانچہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر پہ ہاتھ رکھ کر دریافت فرمایا: "کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟"

ابن صیاد نے کہا:- میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں (رسول عرب) اور اس کے ساتھ ہی اس نے کہا۔ کیا آپ شہادت دیتے ہیں میں (ابن صیاد) اللہ کا رسول ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شانے پکڑ کر دبایا اور فرمایا۔ میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آیا ہوں۔ (الحدیث) مختصراً۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کی تردید کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا مطلب یہ تھا کہ میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں لیکن تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ ابن صیاد یا ابن صائد جس کا نام عبداللہ یا صاف تھا مدینہ کا ایک یہودی تھا بچپن میں اس کی حالت کاہنوں کی سی تھی اور وہ جھوٹی سچی پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا اور اس کا یہ خیال تھا کہ وہ دجال ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا خوف تھا لیکن اللہ نے ان کو اس فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

(۳) ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ کے کسی راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی ابن صیاد سے ملاقات ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا۔ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

ابن صیاد نے کہا۔ کیا آپ شہادت دیتے ہیں کہ میں (ابن صیاد)

Marfat.com

اللہ کا رسول ہوں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اللہ پر اس کے ملائکہ پر اسکی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آیا ہوں۔ تم کیا چیز محسوس کرتے ہو۔

ابن صیاد نے جواب دیا۔ میں پانی پر ایک تخت بچھا ہوا دیکھتا ہوں۔

رسول اللہ نے فرمایا۔ تم سمندر پر ابلیس کا تخت دیکھ رہے ہو۔ (الحدیث مختصراً۔ (مسلم)

(۳) حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ۔ سب سے پہلے نبی کون تھے ؟

آپ نے فرمایا۔ آدم علیہ السلام۔

میں نے عرض کیا۔ کیا وہ نبی تھے ؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسے نبی جن سے خطاب کیا گیا تھا (یعنی ان پر صحیفے نازل ہوئے)

میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ رسولوں کی تعداد کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا تین سو دس سے کچھ زیادہ کا جم غفیر ہے۔ (احمد)

(۴) حضرت ابوذر ہی کی ایک اور روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ انبیاء کی پوری تعداد کس قدر ہے ؟

آپ نے فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار جن میں سے تین سو پندرہ کا جم غفیر رسولوں کا ہے۔ (احمد)

نبی اور رسول میں اصطلاحی فرق ہے اگرچہ قرآن میں دونوں الفاظ کو

Marfat.com

ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ نبی خدائے فرستادہ اس پیغمبر کو کہا جاتا ہے جس پر وحی الہی نازل ہوئی ہے اور رسول ایسے نبی کے لئے استعمال کیا گیا ہے جس کو خدا کی طرف سے کتاب اور مستقل شریعت دی گئی ہو۔ انبیاء رسولوں کی تائید کے لئے ان کی تعلیمات کی تجدید کیلئے اور زندگی کے ان شعبوں کی اصلاح کے لئے بھیجے جاتے تھے جن کو قوموں کی مداخلت نے رسول کی صحیح شرعی تعلیم سے منحرف کر دیا تھا۔

ان احادیث میں اگرچہ انبیاء کا شمار متعین کر دیا گیا ہے لیکن یہ تعداد قطعی نہیں اس لئے انبیاء پر کسی شمار اور تعین کے بغیر مجمل طور پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(۵) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) سے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب میں ہوں۔ تمام انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

تمام انبیاء کی بعثت کا جو مقصد اعظم ہے یعنی مخلوق کی ہدایت و رہنمائی اس کو ایک باپ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور انبیاء کی ہدایت کے مختلف طریقوں اور مختلف شریعتوں کو جو انہیں ضرورت اور وقت کے تقاضے کے مطابق دی گئی تھیں ماؤں سے تشبیہ دی گئی ہے تاہم ان مختلف شریعتوں کی اصل و اساس ایک ہی تھی یعنی توحید الہی، ایمان بالرسالت اور طاعت و عبادت۔

Marfat.com

اسی لئے فرمایا گیا کہ ان کا دین ایک ہی ہے۔

(۶) حضرت جابر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انبیاء میرے سامنے پیش کئے گئے ہیں میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے آدمی معلوم ہوتے تھے گویا وہ قبیلہ شنوءہ کے ایک شخص ہیں میں نے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو دیکھا شکل و شباہت میں ان سب سے زیادہ قریب اگر میں نے کسی کو دیکھا ہے تو وہ عروہ بن مسعود ہیں۔ اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا ان کی سب سے زیادہ قریب مشابہت میں نے تمہارے اس رفیق میں پائی ہے۔ یعنی خود اپنی ذاتِ مقدس میں۔ (مسلم)

صحف انبیاء

صحف انبیاء کے متعلق اجمالاً صرف اس قدر ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ کی جانب سے یہ کتابیں اور صحیفے انبیاء پر نازل کئے گئے تھے تفصیلی طور پر ان کی تعلیمات کی تصدیق ضروری نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے البتہ تکذیب بھی نہ کرنی چاہئے کیونکہ کسی تعلیم کے متعلق یہ فیصلہ کرنے کا ہمارے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر برقرار رہی ہے۔

(۷) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ بعض اہل کتاب عبرانی زبان میں توراۃ کی تلاوت کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے لئے عربی میں اس کی تفسیر و تشریح کیا کرتے تھے۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل کتاب کی نہ تصدیق

Marfat.com

کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور یہ کہا کرو کہ آمنا باللہِ وما انزل الینا[5]۔ (بخاری)

(۸) حضرت جابر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ہم یہود سے بعض ایسی باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپ یہ مناسب خیال فرماتے ہیں کہ ہم ان میں سے بعض باتیں لکھ لیا کریں؟

آپ نے فرمایا۔ کیا تم بھی اسی طرح حیران و سرگرداں ہونا چاہتے ہو جس طرح یہودی (اپنے دین و کتاب میں) حیران ہو گئے ہیں۔ میں تو تمہارے پاس ایک روشن اور صاف و شفاف ملت لے کر آیا ہوں۔ اور اگر موسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میرے اتباع کے سوائے کوئی چارہ نہ ہوتا۔ (احمد و بیہقی)

(۱۳)

ملائکہ

(۱) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں، اور جن کو آگ کے دخان آلود شعلوں سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم علیہ السلام اس چیز سے جو تمہیں بتلا دی گئی ہے (یعنی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ (مسلم)

(۲) ابن عباس (رضی اللہ عنہا) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[5] ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کتاب پر جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے۔ الآیہ۔

Marfat.com

نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل (علیہ السلام) کو ان کی پیدائش کے دن سے اس شکل پر پیدا کیا ہے کہ وہ سر و قد کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنی نگاہ نہیں اٹھاتے۔ ان کے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درمیان ستر حجابات نور حائل ہیں جن میں کوئی حجاب نور ایسا نہیں ہے جس سے وہ قریب ہوں اور وہ جل کر خاک نہ ہو جائیں۔ (ترمذی)

یعنی مقرر جگہ سے ذرا بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔

(۳) حضرت جابر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے جب آدم اور ان کی ذریت کو پیدا کیا تو فرشتوں نے کہا۔ آپ نے ان کو ان خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں۔ شادیاں کرتے ہیں۔ اور سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اس لئے دنیا کو ان کے لئے مخصوص کر دیجئے اور ہمارے لئے آخرت کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس مخلوق کو میں نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور جس میں میں نے اپنی روح پھونکی ہے اس کو میں اس مخلوق کی طرح نہیں بناؤں گا جس کے لئے میں نے "کن" کہا اور وہ موجود ہو گئی۔ (بیہقی)

(۴) زرارۃ بن اوفی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ جبریل کانپ اٹھے اور فرمایا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اور اس کے درمیان ستر حجابات نور حائل ہیں اگر میں ان میں سے کسی کے قریب پہنچ جاؤں تو جل کر خاک ہو جاؤں۔ (مصابیح)

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ اس کا دیکھنا تو کیا اپنے مقررہ مقام سے آگے بھی نہیں بڑھ سکتا۔

(۱۴)

کتاب وسُنّت کا اِتباع

ایمان اور عقیدہ کی درستی اور تکمیل کے بعد یہ ایک قدرتی تقاضا ہے کہ اپنے عقیدہ اور یقین کے مطابق عمل کیا جائے اور عمل کے لئے احکام کی تفصیلات کا علم ضروری ہے جن کو ایک انسان اپنی عملی زندگی میں مشعل راہ بنائے لیکن خود ان احکام کا ماخذ کیا ہے اور امر و نہی کی یہ روشنی ایک ایماندار کو کہاں سے حاصل کرنی چاہیئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق روشنی کے یہ مینار کتاب وسنت ہیں۔ اور ایک مومن کو یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ زندگی کی راہ میں ایک انسان کتاب وسنت ہی سے ہدایت اور روشنی حاصل کرسکتا ہے۔

(۱) مالک بن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک تم ان کو پکڑے رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوسکوگے وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سُنت ہیں۔ (مؤطا مرسلاً)

(۲) حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

کی بدعت ہے۔ بدترین چیز وہ ہے جو نئی ہے اور ہر نئی چیز گمراہی ہے۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ دین میں اگر کوئی ایسا عقیدہ یا عمل ایجاد کر دیا جائے جس کا کوئی ثبوت کتاب و سنت میں نہیں ہے تو وہ بدترین چیز ہے اور گمراہی ہے

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز اپیدا کر دی جو دین کی باتوں میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی وہ بدعت صاحب بدعت ہی کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ یا وہ چیز رد کر دینے کے قابل ہے اس کو قبول نہ کیا جائے۔

(۴) ابورافع کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم میں کبھی کوئی ایسا شخص نہ دیکھوں جو اپنے تخت پر اور مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو میرے امر و نہی میں سے کوئی معاملہ اس کے سامنے آئے اور وہ یہ کہدے کہ میں اس کو نہیں جانتا، کتاب اللہ میں ہم جو کچھ پائیں گے اس کا اتباع کریں گے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت کے مقابلہ میں استغنا کا اظہار کرتے ہوئے کسی شخص کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ ہم صرف کتاب اللہ پر عمل کریں گے اور رسول اللہ کی سیرت و سنت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت اور آپ کے اقوال ہی تو کتاب اللہ کی صحیح تفسیر ہے جس طرح قرآن شریف کے احکام کی اطاعت فرض ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی ذات اقدس اور آپ کے احکام بھی واجب الاتباع ہیں۔ تخت پر مسند بچھا کر بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ تکبر و غرور کے ساتھ میری حدیث کا انکار کرتا ہو۔

(۵) مقدام بن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یاد رکھو! مجھے قرآن عطا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر کچھ اور بھی۔ یاد رکھو! عنقریب ایسا ہوگا کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے گا کہ۔ تم صرف اس قرآن کو اپنے لئے ضروری سمجھو، اس میں جو چیز تمہیں حلال ملے اسے حلال سمجھو اور جو چیز اس میں حرام نظر آئے اسے حرام قرار دو۔ اللہ کے رسول نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ یقیناً اسی طرح حرام ہیں جیسی قرآن کی حرام کی ہوئی چیزیں۔ (الحدیث) مختصراً (ابوداؤد، ابن ماجہ، اور دارمی)

منکرین حدیث کے متعلق پیشن گوئی ہے پیٹ بھرے سے مراد سوءِ فہم یا استغنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کا نام لے کر میرے احکام کی مخالفت کی جائے گی اور حدیث کا انکار کیا جائے گا حالانکہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرام کہتے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہوتا ہے اس لئے جن چیزوں کو اللہ کا رسول حرام کہے ان کو بھی قرآن کے احکام کی طرح حرام ہی سمجھنا چاہیئے۔ خواہ ان کی حُرمت کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔

(۶) عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں نماز پڑھانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر ایک بہت ہی رقت خیز اور دردانگیز وعظ فرمایا۔ آپ کی اس دردانگیز

Marfat.com

تقریر سے لوگوں کے آنسو بہنے لگے اور لوگوں کے دل ڈر گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ تقریر تو ایک وداعی تقریر معلوم ہوتی ہے آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں تقویٰ الٰہی اور خلفاء ائمہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی وصیت کرتا ہوں خواہ وہ امام اور خلیفہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو پس یاد رکھو! تم میں سے جو کوئی بھی میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ اس لئے تم میرے اور خلفائے راشدین و مہدیین کے طریقہ کو اپنے لئے ضروری سمجھو۔ اور اس طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لو۔ اور اپنے آپ کو نئی چیزوں سے (یعنی دین میں نئی چیز پیدا کرنے سے) بچاؤ اس لئے کہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ایک گمراہی ہے (احمد، ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں بکثرت اختلاف ہوگا اور حکومت و امارت کے جھگڑے رونما ہوں گے ایسے نازک دور میں میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرنا حکومت کو موجب جنگ و جدل نہ بنانا جو شخص بھی امیر منتخب ہو جائے اسی کی بات سننا اور اطاعت کرنا تاکہ مسلمانوں کا جماعتی ڈسپلن اور نظام برباد نہ ہو۔ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ جب کوئی چیز کچلیوں میں دب جاتی ہے تو مضبوطی کے ساتھ قبضہ میں آجاتی ہے ہم نے ترجمہ میں ارادہ کا محاورہ دانتوں سے پکڑنا کر دیا ہے۔ دونوں محاوروں

لہ عرب کا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کسی چیز کو کچلیوں سے پکڑنا۔

Marfat.com

کا مطلب ایک ہی ہے یعنی مضبوطی سے کسی چیز پر قائم رہنا۔

(۷) عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل پر جو حالات گذرے ہیں میری امت کو بھی بعینہٖ وہی حالات پیش آئیں گے۔ جس طرح ایک جوتی پاؤں کی دوسرے پاؤں کے جوتی کی مثل بنی اسرائیل کے ہوں گے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ برے کام کا ارتکاب کیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ضرور اس جرم کا مرتکب ہوگا بنی اسرائیل بہتّر ملتوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائیگی اور ایک ملت کے علاوہ یہ سب ملتیں جہنم میں ہوں گی۔

صحابہ نے دریافت کیا وہ ایک ملت کونسی ہے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا۔ جس پر میں اور میرے صحابہ قائم ہیں۔ (ترمذی)

(۸) ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے حلال کھانا کھایا، سُنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رہے وہ جنت میں جائے گا۔

ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ ایسے تو لوگوں میں آج بہت موجود ہیں آپؐ نے فرمایا۔ عنقریب میرے بعد آنے والی صدیوں میں ایسا ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت صرف اسی قدر غنیمت سمجھا جائیگا کیونکہ اس قسم کے لوگوں کی کمی ہو جائے گی۔

(۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت کے فساد کے وقت میرے طریقہ پر عمل کیا اس کو ایک سو شہیدوں کا اجر دیا جائیگا۔ (بیہقی)

یعنی جب امت میں خرابیاں پیدا ہو جائیں اور اتباع سنت سے بے رغبتی ہو جائے ایسے وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا احترام کرنے والے بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں گے۔

(۱۰) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر دیا جائیگا جو اس ہدایت کی پیروی کریں گے اور اس سے ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس پر ان تمام لوگوں کے برابر گناہ ہوگا جو اس گمراہی کی پیروی کریں گے اور اس سے ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم)

(۱۱) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک نبی جس کو خدا نے مجھ سے پہلے کسی امت میں مبعوث کیا تھا اس کی امت میں اس کے کچھ مددگار اور ساتھی ضرور ہوتے تھے جو اس کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے امر کی پیروی کرتے تھے پھر ان لوگوں کے بعد ان کے نالائق جانشین آتے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور کرتے وہ ہیں جن کا ان کو حکم نہیں دیا جاتا۔ اس لئے جو شخص ان کے مقابلہ

Marfat.com

میں اپنے دست و بازو سے جہاد کرتا ہے وہ مؤمن ہے جو ان سے زبان کے ذریعہ جہاد کرتا ہے وہ مؤمن ہے اور جو ان سے اپنے قلب کے ذریعہ جہاد کرتا ہے وہ مؤمن ہے اور اس کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے۔ (مسلم)

یعنی ایمان کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ آدمی بری چیز کو دیکھ کر اسے دل سے برا سمجھے اور دل میں بھی برائی کی نفرت موجود نہیں ہے تو بری چیزوں پر اظہار پسندیدگی ہے اور یہ کفر ہے۔ اچھے لوگوں کے بعد برے اور نالائق لوگ پیدا ہوتے ہیں وہ جھوٹ بھی بولتے ہیں اور دین کے احکام میں تبدیل و تغیر کرتے ہیں۔

(۱۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اخیر زمانہ میں ایسے فریب کار اور جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس وہ حدیثیں لے کر آئیں گے جن کو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے بھی نہ سنا ہوگا۔ اپنے آپ کو ان سے بچاؤ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کریں۔ (مسلم)

(۱۳) ابراہیم بن میسرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی بدعتی کی توقیر کی اس نے اسلام منہدم کرنے میں امداد بہم پہنچائی۔ (بیہقی مرسلاً)

بدعتی وہی ہو دین میں نئے امور داخل کرے اور نئی باتوں کا دین کی باتوں کی طرح التزام کرے۔

(۱۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین شخص خدا کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت ہیں۔

(۱) حرم میں الحاد کرنے والا۔

(۲) اسلام میں جاہلیت کا طریقہ پسند کرنے والا۔

(۳) اور بغیر کسی حق کے کسی مسلمان کے خون کے پیچھے پڑنے والا تاکہ اس کا خون بہا دے۔ (بخاری)

الحاد سے مراد ہے حرم میں بددینی پھیلانے والا۔

(۱۵) حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اپنی جانوں پر سختیاں نہ کرو پھر اللہ بھی تم پر سختی کرے گا۔ اسلئے کہ قوموں نے اپنے آپ پر سختیاں کی ہیں پھر اللہ نے بھی ان پر سختی کی چنانچہ گرجاؤں اور کلیساؤں میں ان کی بقایا موجود ہے۔ رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کرلیا تھا ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ (ابو داؤد)

(۱۶) حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں تین گروہ حاضر ہوئے جو رسول اللہ ؐ کی عبادت کے متعلق دریافت کرتے تھے اور جب انہیں آپ کی عبادت گذاری کا حال بتایا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے اس کو بہت کم خیال کیا مگر پھر ان لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں اور ہم کہاں! ان کے تو اللہ نے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کردئے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا۔ میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کرونگا

Marfat.com

اور کبھی افطار نہیں کروں گا تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

اور آپ نے فرمایا۔ تم ہی لوگ ہو جنہوں نے یہ اور یہ کہا ہے۔ یاد رکھو! میں خدا کی قسم تم سب سے زیادہ اللہ سے خوف کرنے والا اور متقی ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ پس جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے گروہ میں سے نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ میرا طریقہ رہبانیت نہیں ہے بلکہ دنیاوی امور کے ساتھ ساتھ دین کی پابندی کرنا میرا طریقہ ہے۔

(۱۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمل کیا تھا پھر آپ نے اس میں رخصت دیدی مگر بعض لوگوں نے آپ کی اس رخصت سے اجتناب کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ایک تقریر فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے کے بعد فرمایا لوگوں کی کیا حالت ہے اس کام سے احتراز کرتے ہیں جس کو میں نے کیا ہے۔ خدا کی قسم میں ان سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے واقف ہوں۔ اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف مجھ کو حاصل ہے۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا تھا

لوگوں نے بھی آپ کو دیکھ کر اس عمل کو شروع کر دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا اور اس میں رخصت دیدی اور یہ فرما دیا کہ یہ عمل ضروری نہیں ہے لیکن بعض لوگوں نے اس عمل کو ترک نہیں کیا اور عزیمت ہی پر عمل کرنا چاہا تب آپ نے اپنی تقریر میں لوگوں کو ان کی غلطی پر تنبیہ فرمائی۔ کہ تم شاید عزیمت پر عمل کرنے کو اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ کا ذریعہ سمجھتے ہو حالانکہ یہ بات نہیں ہے میں تو بہر حال تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں کیونکہ مجھ کو تم سب سے زیادہ اس کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہے پس جب میں رخصت پر عمل کرتا ہوں اور میرے تقویٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو تم کیوں اس رخصت پر عمل کرنے سے ہچکچاتے ہو۔ اور بچتے ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح عزیمت پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اسی طرح رخصت پر عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن دوپہر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسن اتفاق سے ایسے وقت پہنچا جب کہ دو شخص قرآن کی کسی آیت پر جھگڑا کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز سن کر باہر تشریف لائے اور ایسی حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر غصہ کا اثر نمایاں تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی بنا پر ہلاک ہوئے کہ وہ اللہ کی کتاب کے متعلق آپس میں جھگڑتے تھے۔ (مسلم)

یعنی اللہ کی کتاب کے اصل منشا کو نظر انداز کر کے اپنے مطلب

Marfat.com

کو ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

(۱۹) حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک ایسے مسلمان مسلمانوں کے بڑے مجرم ہیں جو کسی ایسی چیز کے متعلق جو لوگوں پر حرام نہیں تھی اپنے لغو سوالات کے باعث حرام کرا دیں۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے متعلق اتنی تفصیلات دریافت کریں کہ وہ حرام ہو جائے۔ اگر صاحب شریعت نے کسی چیز کو مسلمانوں کی آسانی کے لئے مجمل بیان کیا ہو تو اس میں بہت زیادہ سوالات اور مختلف تشقیقات پیدا کر کے مشکلات پیدا کرنے سے منع فرمایا ہے بعض لوگوں کی یہ عادت تھی اس لئے اس فرمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو روکا ہے۔ بنی اسرائیل کی یہی حالت تھی جیسا کہ گائے ذبح کرنے کے حکم میں لغو سوالات کے باعث مشکلات پیدا ہو گئیں۔

(۲۰) حضرت بلال بن الحارث المزنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے میری سنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو میرے بعد زندہ کیا جو مر چکی تھی تو اس شخص کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کی مثل ثواب دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ اور جس شخص نے کوئی ایسی گمراہی کی بدعت جاری کی جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند نہیں کرتا تو اس شخص کو ان تمام لوگوں کی مثل گناہ ہو گا۔ جو اس بدعت پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں

کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سنت کے مرجانے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔

(۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے تجھ سے ہو سکے تو یہ کام ضرور کر کہ صبح اور شام تجھ کو ایسی حالت میں ہو کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کینہ اور کھوٹ نہ ہو اور پھر فرمایا۔ بیٹا یہ میری سنت اور یہ میرا طریقہ ہے جو میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

یعنی صبح بھی اس حال میں کر اور شام بھی اس حال میں کر کہ نہ سینے میں کینہ ہو اور نہ دل میں کسی کی عداوت۔

(۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ تم کو جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اگر ان کا دسواں حصہ بھی تم ترک کر دو تو تم ہلاک کر دئے جاؤ پھر تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے اگر لوگ اس زمانہ میں دسویں حصے پر بھی عمل کر لیں گے تو ان کی نجات ہو جائیگی۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ تمہارے زمانہ میں پیغمبر موجود ہے تمہارے سامنے قرآن نازل ہوتا ہے اس لئے تمہاری ذمہ داریاں زیادہ ہیں تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے وہ فتنوں کا زمانہ ہوگا۔ اس لئے اس

Marfat.com

میں تھوڑا عمل بھی موجب نجات ہو جائے گا۔ عمل سے مراد نوافل اور ذکر وغیرہ ہے۔ ورنہ فرائض و واجبات میں کمی تو کسی زمانہ میں ہو نہیں سکتی۔

(۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ شریعت کے احکام کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ جس کی ہدایت صاف کھلی ہوئی ہے اس کی اتباع کرو۔

۲۔ جس کی گمراہی صاف کھلی ہوئی ہے اس سے اجتناب کرو۔

(۳) جس کے مطلب میں اختلاف ہو اس کو خدا کے سپرد کر دیا کرو۔ (احمد)

یعنی بعض احکام ایسے ہیں جن کی حرمت و حلت صاف طور پر نہیں بیان کی گئی ہے اس قسم کے احکام میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے اور صحیح مطلب خدا کے سپرد کرنا چاہئے۔

دوسرا ایڈیشن | ایک ہزار

قیمت

دو روپے (۲عہ)

مطبوعہ علیمی پریس دہلی

Marfat.com

حصّہ دوم

(۱)

علم کے فضائل

رسول کی باتوں کے پہلے حصہ میں عقائد اور اسلام کے بنیادی اصول و مبادی پیش کئے گئے ہیں اور یہ دوسرا حصہ عبادات و معاملات پر مشتمل ہے۔ لیکن ابتدا علم کے فضائل سے کی گئی ہے بدیں وجہ کہ علم ہی دراصل ان تمام اعمال و افعال کا سرچشمہ ہے جو انسان کے لئے باعث امتیاز اور اشرف المخلوقات ہونے کا سبب اور رضائے الٰہی کا موجب ہیں اس لئے کہ احکام و عبادات کی بجا آوری اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک اُن کے متعلق واقفیت اور علم بہم نہ پہنچایا جائے۔ پس علم اس حیثیت سے انسان کا اہم ترین کمال اور حصول کے قابل فضیلت ہے کہ وہ ان تمام اعمال کا ذریعہ ہے جن پر سعادت دارین کا مدار ہے۔

امام مالکؒ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حصول علم میں منہمک اور سرگرم رہنا نوافل میں مشغول رہنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ فتحؒ موصلی کا ارشاد ہے کہ اگر مریض کو غذا پانی اور دوا نہ دی جائے تو اس کا رشتہ حیات ٹوٹ جائے گا اسی طرح وہ قلب بھی زندہ نہیں رہ سکتا جس پر علم و حکمت کا فیضان نہ ہو اس لئے کہ جس طرح جسم کی غذا اور اس کی بقا کا ذریعہ کھانا ہے ٹھیک اسی طرح قلب کی غذا اور اس کی زندگی کا انحصار اسی علم و حکمت پر ہے، پس جس شخص کو علم و حکمت جیسی نعمت میسر نہ ہو اس کے قلب کو زندگی

Marfat.com

سے محروم سمجھنا چاہیئے اگرچہ ایک بے علم انسان کو اس کا احساس اس بنا پر نہ ہو کہ دنیا طلبی اور نفس پرستی نے اس کی قوت تمیز و شعور کو سلب کر لیا ہو اور اس کو بے حس بنا دیا ہو۔ پس جب حقیقت یوں ہے کہ عقائد و اصول اسلام کے بعد علم ہی کو اولیت اور تقدم حاصل ہے تو سب سے پہلے ان احادیث نبویؐ کو پیش کیا جاتا ہے جو علم اور حصولِ علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری تعلیم لوگوں تک پہونچاؤ اگرچہ وہ ایک ہی بات ہو اور بنی اسرائیل سے سُنے ہوئے واقعات اور باتیں بیان کر دیا کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور جو شخص جان بوجھ کر میری نسبت جھوٹی بات کہے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (بخاری)

یعنی جس مسلمان کو شریعت کی جو بات بھی معلوم ہو اسے چاہیئے کہ دوسروں تک پہونچاتا رہے۔ بنی اسرائیل کے واقعات سے مراد اگلی قوموں کے وہ عجیب و غریب واقعات ہیں جن سے عبرت اور نصیحت حاصل ہو، البتہ بنی اسرائیل کے منسوخ شدہ احکام بیان کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

(۲) حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی بات بیان کرے جس کو وہ جھوٹی خیال کرتا ہو تو وہ بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔ (مسلم)

Marfat.com

یعنی وہ ایک ایسی حدیث کو جس کے متعلق اس کو پورا اطمینان نہیں ہے لوگوں میں پھیلا کر جھوٹ بولنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ اسی لئے اس کو بھی دروغ گو کہا گیا ہے اس لئے کسی حدیث کو بغیر تحقیق کے بیان نہ کرے۔

(۳) حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ جس شخص کو خیر اور بھلائی عطا کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ اور بصیرت سے بہرہ ور فرما دیتا ہے اور میں تو (علم و معرفت اور حکمت و بصیرت کا) صرف تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا تو دراصل وہی مالک کائنات ہے۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ دین اور علم و حکمت جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کو سکھاتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ جو تعلیم دیتا ہے حضور اس تعلیم کو اس کے بندوں پر تقسیم فرما دیتے ہیں۔

(۴) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سونے چاندی کی کانوں کی طرح لوگ بھی ایک طرح کی کان ہیں ان میں سے جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ دین کی باتیں سمجھیں بوجھیں۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح کانیں مختلف ہوتی ہیں، کسی کان سے سونا اور چاندی کسی سے چونا اور قلعی وغیرہ گھٹیا اور بڑھیا چیزیں برآمد ہوتی ہیں، اسی طرح انسان بھی اپنے اخلاق و عادات کے اعتبار سے

Marfat.com

مختلف ہوتے ہیں۔ پس جو زمانۂ جاہلیت میں اپنی خوبیوں کے اعتبار سے بہتر تھا وہ اسلام میں بدرجہ اولا بہتر ہو گا۔ دین کی سمجھ کا اس لئے ذکر کیا کہ اسلام میں اصل وجہ ترجیح کی یہی ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کی نعمت پر حسد یعنی غبطہ کرنا جائز نہیں۔ ہاں دو شخص ایسے ہیں کہ اُن پر اگر غبطہ کیا جائے تو مضائقہ نہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالےٰ نے دولت عطا کی اور اس کو جائز طور پر خرچ کرنے کی توفیق عنایت کی اور دوسرا وہ جس کو اللہ تعالےٰ نے علم عطا کیا اور وہ اس علم کی روشنی سے لوگوں کے مابین فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو صحیح تعلیم بھی دیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر اس کے زوال و بربادی کی آرزو کرنا حسد ہے جو ناجائز ہے اور غبطہ یعنی رشک یہ ہے کہ کسی کی نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کی جائے کہ ایسی ہی نعمت مجھے بھی حاصل ہو جائے نیک خصائل اور صفات حسنہ کے لئے ایسی آرزو کرنا جائز ہے۔

(۶) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب اور اجر بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین عمل ایسے ہیں کہ اُن کا اجر مرنے کے بعد بھی مرنے والے کو پہونچتا رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع حاصل ہو (۳) وہ نیک اولاد جو والدین کیلئے دعائے خیر کرے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مرنے والا اپنے ساتھ اپنے اعمال بھی لیتا جاتا ہے۔

Marfat.com

اور ان کی جزا و سزا مرنے کے بعد بھگتنا ہے۔ مگر کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جن کو وہ دنیا میں چھوڑ جاتا ہے اور ان کے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے ان اعمال کا ثواب مرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا، مثلاً ایسے کام کر جائے جن سے لوگ ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہیں، کوئی جائداد دینی مدرسوں یا مسجدوں پہ وقف کر جائے، کنواں اور نہر کھدوا دے، مسجد تعمیر کرا دے سرائے بنوا دے تو یہ ساری چیزیں صدقہ جاریہ ہیں ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہونچتا رہتا ہے، اسی طرح علم کی اشاعت و ترویج خواہ تصنیف کے ذریعہ تعلیم کے ذریعہ، مدرسہ جاری کر کے، کتابیں چھپوا کر جس طرح بھی ہو علم کو فروغ دینے اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہونچانے سے بھی ثواب کا سلسلہ مرنے کے بعد قائم رہتا ہے اور وہ اولاد صالح جو مغفرت کی دعا ماں باپ کیلئے کیا کرتی ہو تو ماں باپ کو اس اولاد کی دعا سے بھی فائدہ پہنچتا رہتا ہے

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حصول علم کے لئے کوئی راہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اسکے بدلہ میں) جنت کی راہ اس کے لئے آسان کر دیتا ہے (یعنی عمل صالح کی توفیق عطا کرتا ہے جو بہشت میں داخل ہونے کا سبب ہے) اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے کسی گھر میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور اُس کو آپس میں سیکھتے سکھاتے ہیں اُن پر (اللہ تعالےٰ کی طرف سے) سکون اور اطمینان نازل ہوتا ہے، رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرے رہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کا ذکر ان (ملائکہ) میں کرتا ہے

Marfat.com

جو اس کے پاس ہیں (مسلم)

ہم نے اس حدیث کو مختصر کر دیا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے گھروں سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور مذاکرہ قرآنی کی مجلسیں وغیرہ ہیں جہاں اللہ تعالےٰ کا ذکر ہوتا ہو۔ رحمت و برکت کے فرشتے آکر قرآن و حدیث کی تعلیم اور خدا و رسول کی باتیں سنتے ہیں اور ان لوگوں کی زیارت کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا ذکر اللہ تعالےٰ ان فرشتوں سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ملائکہ خدا کے مقرب ہیں ان کے روبرو ان علماء اور اور طلبہ کا ذکر فرماتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فخریہ انداز میں ملائکہ سے یوں ارشاد فرماتا ہے۔

انظروا الی عبیدی یذکرونی ویقرأون کتابی۔[1]

(۸) حضرت ابوہریرہؓ ہی کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا معاملہ چکایا جائے گا اُن میں ایک وہ ریاکار عالم بھی ہوگا جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن بھی پڑھا۔ اللہ تعالےٰ اسے اپنی نعمتیں اور نوازشیں یاد دلاکر دریافت کرے گا تو نے ان نعمتوں کی شکرگزاری میں کیا کیا ہے؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دی اور تیری خوشنودی کے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو عالم کہلانے کیلئے علم حاصل

---

[1] میرے بندوں کو دیکھو کہ یہ میرا ذکر کرتے ہیں اور میری کتاب پڑھتے ہیں۔

کیا اور قاری کہے جانے کے لئے قرآن پڑھا چنانچہ تیری یہ غرض پوری ہو چکی پھر فرشتوں کو حکم دیا جائیگا کہ اس کو جہنم میں گھسیٹ کرلے جاؤ چنانچہ وہ دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسلم)

یعنی ریاکاری، شہرت پسندی اور اخلاص کا فقدان، تحسین و آفرین کی آرزو ایسی چیزیں ہیں جو دنیا کی چند روزہ زندگی میں لذت آفریں اور راحت رساں ضرور معلوم ہوتی ہیں لیکن دنیا اور دنیاوی زندگی کی بے ثباتی نگاہوں کے سامنے آتی ہے تو یہی چیزیں جو انسان کا مقصد حیات تھیں تباہ کن اور انجام بد کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ اس حدیث میں اسی قسم کے شہرت پسند اور ریاکاروں کے انجام کی اطلاع دی گئی ہے۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علم کے دنیا سے اٹھ جانے کی یہ شکل نہیں ہوگی کہ لوگوں کے سینوں سے علم سلب کر لیا جائیگا بلکہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ علماء اٹھتے جائیں گے حتیٰ کہ جب روئے زمین پر کوئی عالم ربانی باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں (دین سے ناواقف لوگوں) کو اپنا پیشوا اور رہنما بنالیں گے اور انہیں سے دین کی ساری باتیں پوچھی جائیں گی اور وہ علم و بصیرت سے ناآشنائے محض ہونے کے باوجود لوگوں کی مذہبی رہنمائی کریں گے اور باوجود بے علم ہونے کے فتوے دیا کریں گے انجام کار خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری مسلم)

یعنی وقت کی فضا کچھ اس طرح بگڑتی جارہی ہے کہ علوم اور دین کی باتوں

سے ایک عام بیگانگی پھیل رہی ہے ڈر ہے کہیں وہی وقت نہ آجائے جب قاضی ومفتی امام و پیشوا ایسے لوگ ہونے لگیں جن کو علم، مذہب اور خدا و رسول کی باتوں سے دور کا بھی لگاؤ نہ ہو اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی وسعت اور طاقت کے موافق دین کی باتیں سیکھے سکھائے اور سیکھنے پر لوگوں کو آمادہ کرے اور آنے والی تباہی و گمراہی کے بہاؤ کو روکنے پر کمر بستہ ہو جائے۔

(۱۰) حضرت شقیقؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا معمول تھا کہ آپ جمعرات کی جمعرات لوگوں کو پند و نصیحت کیا کرتے تھے اور دین کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے اُن سے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمان! میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ ہم کو دین کی تعلیم فرمایا کیجئے انہوں نے جواب دیا مجھے روزانہ تعلیم دینے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ کہیں میں تم کو روز کی پند و موعظت سے بیزار اور پریشان نہ کر دوں اسلئے میں تم کو نصیحت کرنے میں اسی طرح کا لحاظ کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پند و نصیحت کرنے میں ہمارا لحاظ کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تعلیم یہی تھا کہ آپ ہمارے لئے اس بات کا پورا لحاظ رکھتے تھے کہ آپ کی پند و نصیحت ہم پر بار خاطر نہ ہونے پائے۔ (بخاری، مسلم)

یعنی تعلیم و ارشاد، تقریر و تحریر، علمی مذاکرہ اور ہر گفتگو میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ بے موقع و بے محل نہ ہو۔ نہ ہی اتنی طویل کہ طبیعتوں پر بار ہو اس لئے کہ وہی تعلیم و نصیحت، تقریر اور تحریر دلپذیر اور مؤثر ثابت ہو سکتی ہے جس میں موقع و محل کی رعایت ہو اور اس انداز سے ہو کہ لوگوں پر بار نہ ہو اور اس نصیحت

اور آواز کا کوئی حاصل، کوئی اثر اور کوئی مفید نتیجہ نہیں جس کے سُننے سے لوگ اکتا جائیں ایسی نصیحت تو صرف کانوں ہی تک پہونچ کر رہ جاتی ہے دلوں تک اس کی رسائی نہیں ہوتی۔

(۱۱) حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات فرماتے تو اس کو تین بار فرمایا کرتے یہاں تک کہ وہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجاتی اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو ان پہ تین بار السّلام علیک کرتے (بخاری)

لیعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر یہ معمول تھا کہ اُن باتوں کو تین بار فرمایا کرتے تھے جو بہت زیادہ اہم اور قابل توجہ ہوتیں اور جن کے متعلق آپکو یہ اندیشہ ہوتا کہ لوگوں نے اچھی طرح سُنا نہ ہوگا یا سمجھنے سے قاصر رہے ہونگے اسی طرح جب کسی قوم کے پاس آپ تشریف لیجاتے تو اُن پر تین بار السلام علیک کرتے۔ سامنے کے لوگوں پر اور دائیں اور بائیں جانب مڑکر دونوں طرف کے لوگوں پر تاکہ سب لوگوں تک آپ کی آواز پہونچ جائے۔

(۱۲) حضرت ابومسعود انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ حضور! میری سواری تھک گئی ہے اور چل نہیں سکتی مجھے ایک سواری عنایت کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سواری نہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! میں اس کو ایک ایسے شخص کا پتہ بتادوں جو اس کو سواری دے دے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی کو کسی بھلی بات سے آگاہ کردے تو اُس کو بھی ویسا ہی اجر ملتا ہے جیسے

Marfat.com

اس بھلے کام کرنے والے کو ملتا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تھکے ہوئے مسافر کو سواری دینے والے کا پتہ بتا دینے کا بھی ایسا ہی ثواب ہے جیسا اس کو سواری دیدیا۔ پس جو لوگ دین کے علم سے عاجز ہوں اُن کو علم کی بات بتا دینا اور سکھا دینا کتنے بڑے اجر کا موجب ہوگا۔

(۱۳) حضرت کثیرؓ بن قیس کا بیان ہے کہ میں ابو درداءؓ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور اس نے کہا اے ابو درداء! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر یعنی مدینہ سے صرف ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں جس کے متعلق میں نے سُنا ہے کہ آپ اس کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اور میں کسی اور ضرورت سے نہیں آیا۔ ابو درداءؓ نے کہا میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے علوم کی طلب میں کوئی راہ اختیار کی تو اللہ تعالےٰ اس کو بہشت کی راہ پر لگا دیتا ہے اور طالب العلم کی رضامندی کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور اہل علم کیلئے وہ تمام مخلوق مغفرت کی دُعا کرتی ہے جو آسمان و زمین میں سکونت پذیر ہے حتیٰ کہ پانی میں جو مچھلیاں رہتی ہیں وہ بھی عالم کے لئے دُعا کیا کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر اور بلاشبہ علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا و درہم

Marfat.com

کا کسی کو وارث نہیں بناتے وہ تو صرف علم ہی کا ترکہ چھوڑ گئے ہیں۔ پس جس شخص نے علم حاصل کیا تو اس نے بہت بڑا حصّہ حاصل کیا۔ (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ حصول علم کے لئے مشقت اٹھانا اور سفر کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہے۔ ہو سکتا ہے ابو درداء نے یہ حدیث اسی لئے بیان کی ہو کہ وہ شخص بہت زیادہ مشقت اٹھا کر آیا تھا اس لئے اس کا ثواب بیان کر دیں اور جو حدیث اس کو مطلوب تھی وہ یہاں مذکور نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہی وہ حدیث ہو جس کی طلب میں وہ شخص آیا تھا بہر حال حصول علم کے لئے سفر کرنا نہایت پاکیزہ سعی ہے

"اور طالب علم کے لئے فرشتے پر بچھاتے ہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے طالب علموں کی خدمت کے لئے وقف رہتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

علماء تمام مخلوق کو حتیٰ کہ مچھلیوں کو بھی اس لئے محبوب اور پیارے ہیں کہ یہ دنیا میں خیر و برکت کا موجب ہیں، مچھلیوں کو بارش اور مخلوق کو آسائش اور آسانیاں ان کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کا فائدہ عام طور پر سب کو پہونچتا ہے صرف انہیں تک محدود نہیں رہتا اسی لئے ان کو ان عبادت گزاروں پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے جو اپنی عبادت سے اپنے ہی کو نفع پہونچاتے ہیں

چودھویں رات کے چاند کو تاروں پر جو برتری حاصل ہے وہ ظاہر ہے پھر اس تشبیہ میں ایک بلیغ اشارہ ہے کہ عالم کا نفع جس قدر عالمگیر ہے وہ عابد کا نہیں عابد کا فائدہ عام طور پر اپنی ہی ذات تک محدود رہتا ہے

Marfat.com

اور چاند کی روشنی اور چاندنی کے اثرات سے ہر شخص مستفید و مستنیر ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

صاحبدلے بمدرسہ آمد زخانقاہ — بشکست عہد صحبت اہل طریق را
گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود — تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را
گفت او گلیم خویش بدر میبرد ز موج — ویں جہد میکند کہ بگیرد غریق را

اس حدیث میں ایک اور بات بھی زیر بحث ہے اور وہ یہ کہ عابد پر یہ فضیلت ہر عالم کو حاصل ہے خواہ وہ بے عمل ہی کیوں نہ ہو یا صرف عالم باعمل کو یہ مرتبہ حاصل ہے۔ بحث چونکہ طویل ہے اس لئے ہم انشاء اللہ مشکوٰۃ کی شرح میں اس پر سیر حاصل تبصرہ کریں گے۔

(۱۴) حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا میرے بعد لوگ تمہارے تابع اور پیرو ہوں گے اور اطراف عالم سے لوگ تم سے دین کی تعلیم حاصل کرنے تمہارے پاس آئیں گے پس جب لوگ تمہارے پاس آئیں تو ان کو بھلائی کرنے کا حکم دینا اور دین کی باتیں بتانا۔ (ترمذی)

(۱۵) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم و حکمت مسلمان کا گم شدہ مال ہے۔ اس کو جہاں پائے حاصل کرے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

یعنی جس طرح کوئی اپنی گم شدہ چیز کسی کے ہاتھ میں دیکھ کر فوراً اسکو لے لیتا ہے اسی طرح ہر ذی فہم انسان کو چاہیئے کہ دین کی جو مفید بات

Marfat.com

اس کو کسی سے معلوم ہو سکتی ہو تو اس کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے اور کام کی بات حقیر و کم رتبہ جس سے بھی معلوم ہو سکے اسکے حاصل کرنے میں عار نہ ہونا چاہیئے ؎

مرد باید کہ بپند بہ گیرد　　در نوشت ست پند بر دیوار

ضالۃ المومن کا ایک اور اشارہ بھی ہے یعنی ہر ایک علم و حکمت کی بات کا صحیح مستحق صرف مسلمان ہی ہے۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ شیطان کے لئے ایک فقیہہ (عالم دین) ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ شیطان جب خواہشوں کے دروازے کھولتا ہے اور فریب کے جال ہر طرف بچھاتا ہے تو عالم جس کو دین کی فہم و بصیرت حاصل ہوتی ہے شیطان کے مکر و فریب کو پہچان لیتا ہے اور اس کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔ بر خلاف نرے عابد کے جو عبادت تو بہت کرتا ہے مگر شیطان اس کے گرد جو جال بچھاتا ہے وہ اپنی بے علمی کے باعث اس میں پھنس جاتا ہے۔

(۱۷) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سونے اور جواہرات کے ہار خنزیر کے گلے میں آویزاں کر دے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

Marfat.com

یعنی مسلمان مرد ہو یا عورت، اتنا علم حاصل کرنا لازم ہے جس کا تعلق ضروریات دین سے ہو۔ مثلاً کلمات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل جاننا ناگزیر ہے۔

اور نا اہل کو علم نہ سکھانا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی استعداد کے لحاظ سے علم سکھانا چاہیئے جو شخص علم کا اور گہری بات کا تحمل نہ کر سکے اس کو نہ بتانا ہی بہتر ہے مثلاً عوام کے سامنے شریعت کی باریکیاں بیان کرنا ان پر ظلم کرنا ہے اس لیئے کہ ایسا کرنا ان کے لیئے سود مند ہونے کے بجائے گمراہ کن ہوگا۔

(۱۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں منافق کے اندر جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک حسن خلق دوسری دین کی سمجھ۔ (ترمذی)

یعنی جن دو خوبیوں کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ ایک مسلمان اور اہل علم کے لیئے بہترین خوبیاں ہیں اور ظاہر ہے کہ منافق خواہ اعتقاد کے اعتبار سے منافق ہو یا عمل کے اعتبار سے ان دونوں خوبیوں سے محروم ہے۔ اللہ تعالےٰ مفسدوں کی رہنمائی نہیں فرماتا۔

(۱۹) حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طلب علم کے لیئے گھر سے نکلا وہ اس وقت تک جہاد میں ہے جب تک واپس نہ ہو۔ (ترمذی دارمی)

یعنی طلب علم کے لیئے سفر کرنے میں جو صعوبتیں پیش آتی ہیں

اور تحصیل علم کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں جن دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور اپنے اور بیگانے برا بھلا کہتے ہیں اور یہ عالم ان تمام مصائب پر بوجہ اللہ صبر کرتا ہے تو اس کو ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا ایک مجاہد فی سبیل اللہ کو اجر دیا جاتا ہے۔

(۳۰) حضرت ابو سعید خدری رضی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن اچھی بات سننے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جنت میں نہ پہونچ جائے۔ (ترمذی)

یعنی "مومن علم و حکمت سے کبھی سیر نہیں ہوتا" حدیث کے اس فقرے میں "سیر ہونے" کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ خورونوش کے لئے بولا جاتا ہے، تو گویا حکیمانہ باتوں کی لذت و حلاوت کو خوش ذائقہ کھانے سے جس سے نیت سیر نہیں ہوتی، تشبیہ دینا اس امر کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے کہ علم و حکمت کا ذائقہ کھانے کی لذت سے کہیں زیادہ مرغوب اور لذیذ ہے حتیٰ کہ اس سے لذت اٹھانے کی پیہم کوشش کرتے رہنا اور صعوبتیں اٹھانا آخرت کی فلاح و نجات کا ذریعہ ہے۔ بخلاف اس کے کھانے کی لذت وقتی اور فانی ہوتی ہے۔ پس اس میں ان علماء و طلبہ کیلئے جنت کی بشارت ہے جو اپنی زندگی تحصیل علم کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور آخر عمر تک تعلیم و تعلم میں مصروف رہتے ہیں۔

(۳۱) حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی گئی جو اس کو معلوم ہو اور اس نے

Marfat.com

اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آتش دوزخ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (احمد ابو داؤد)

یعنی۔ اس قسم کی سزا کی وعید اس شخص کے لئے ہے جو ایسے علم کو چھپائے جس کا ظاہر کرنا اور بتانا ضروری اور ناگزیر ہو، مثلاً کوئی اسلام سیکھنا چاہے، یا کوئی نومسلم نماز کا طریقہ دریافت کرے یا کوئی حلال و حرام کا فتویٰ پوچھے تو ایسے مواقع پر جاننے والے کا خاموش رہنا کتمانِ حق ہے اور اسی کی یہ وعید ہے باقی اگر اس طرح کی ضروری اور لازمی بات نہ ہو اور اس کو بیان نہ کرے تو اس وعید کی زد میں نہیں آتا۔

(۲۲) حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس لئے علم حاصل کرے کہ اس سے علماء پر فخر کرے، یا ناواقفوں سے جھگڑے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ (ترمذی ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس غرض سے علم حاصل کرے کہ اس کو دنیا کمانے اور نفس کی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنائے تو اس علم کا یہی حشر ہوگا کہ قیامت میں سودمند نہ ہوگا بلکہ موجب نقصان ہوگا۔

(۲۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس علم سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اسکو اگر کوئی شخص حصول دنیا کا ذریعہ بنانے کے لئے حاصل کرے تو اس شخص کو قیامت کے دن جنت کی خوشبو میسر نہ ہوگی۔ (احمد ابو داؤد ابن ماجہ)

Marfat.com

یعنی علم دین کو حصول دنیا کا وسیلہ بنانا خسران آخرت کا سبب ہے باقی رہے وہ علوم جو اس قبیل سے نہ ہوں اور ان کا سیکھنا بھی جائز ہو تو انکو ذریعہ معاش بنانے میں مضائقہ نہیں۔ جنت کی خوشبو میسر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس علم کے غلط استعمال کی وجہ سے جنت سے اس وقت تک دور اور محروم رہے گا جب تک اس کی سزا اس کو نہ مل جائے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے علوم حاصل کئے جائیں اور ضمناً ان سے کچھ دنیادی مفاد حاصل ہو تو اُس پر یہ وعید نہیں۔

(۲۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میرا کلام سُنا اور اُس کو ہمیشہ یاد رکھا اور اس کو لوگوں تک پہونچایا۔ اس لئے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سمجھ اور فہم کی بات سننے والا خود نا فہم ہوتا ہے اور نیز اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فہم رکھنے والا شخص ایسے لوگوں کی طرف سمجھ کی بات پہونچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہہ اور سمجھدار ہوتے ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر مسلمان کا قلب خیانت نہیں کرتا (۱) خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنا (۲) مسلمان کی خیر خواہی کرنا (۳) اور ان کی جماعت سے متحد رہنا کیونکہ مسلمانوں کی دعائیں پوری جماعت کا احاطہ کئے رہتی ہیں۔ (شافعی، بیہقی، احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

"تر و تازہ رکھے" کا مطلب یہ ہے کہ قدر و منزلت بڑھائے اور دنیا و آخرت کی مسرت عطا کرے اور ایسے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو سمجھ میں

Marfat.com

آنے والی بات سنتے اور یاد رکھتے ہیں تاہم اس کو اپنی کم فہمی کی وجہ سے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور بعض نہ سمجھنے کے باوجود جب اس کو دوسروں سے بیان کرتے ہیں تو وہ اس سے زیادہ مفید مطالب حل کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ذیشان کا وہ لوگ صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں جو محدثین اور فقہار کی باتوں سے آگاہ ہیں بعض دفعہ ایک محدث کو اس بات کا پتہ نہیں ہوتا جو ایک فقیہہ اُس محدث کی حدیث سے سمجھ لیتا ہے۔ اور سینکڑوں مسائل اُس سے استنباط کرتا ہے۔

(۲۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے یعنی خوش رکھے جس نے میری کوئی بات سُنی اور اس کو اسی طرح لوگوں تک پہونچا دیا جس طرح اس نے مجھ سے سُنی۔ اس لئے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو شخص سن کر میری بات دوسروں تک پہونچاتا ہے وہ پہونچانے والا اتنا حافظہ نہیں رکھتا جتنی یاد اس شخص کی ہوتی ہے جس کو وہ پہونچانے والا پہونچاتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

یعنی پہلی روایت میں فقہ اور سمجھ کے تفاوت کی وجہ سے پہونچانا ضروری تھا اور اس روایت میں حافظہ اور یاد کے فرق کی وجہ سے پہونچانا ضروری قرار دیا۔

(۲۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری حدیث بیان کرنے میں احتیاط سے کام لیا کرو۔ صرف وہ حدیث بیان کیا کرو جو تم کو معلوم ہو۔ اس لئے کہ جو شخص جان بوجھ کر

میری نسبت کوئی جھوٹی بات کہے گا تو اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (ترمذی)

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق یقین یا ظن غالب ہو کہ یہ حدیث حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسی کو بیان کرنا چاہیئے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی جھوٹی حدیث کی نسبت نہ ہو۔

(۲۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی عقل اور اپنی رائے سے کرے اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جو شخص بے علم ہونیکے باوجود قرآن کی تفسیر کرے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (ترمذی)

یعنی قرآن کریم کی تفسیر کرنے کے لئے عربی زبان جاننا اور ان احادیث اور اقوال صحابہؓ اور اصول تفسیر سے واقفیت رکھنا ضروری ہے جو تفسیر سے متعلق ہیں ورنہ اس کے بغیر تفسیر کی جرأت کرنا اس وعید کا موجب ہوگا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

(۲۸) حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور وہ واقعہ کے موافق ہوئی، یقیناً اس نے غلطی کی۔ (ترمذی ابوداؤد)

یعنی ہر چند کہ اس شخص کی تفسیر جس نے اپنی عقل سے کی ہو، حق و صواب کے موافق ہو، لیکن فہم قرآن کا یہ طریقہ چونکہ گمراہ کن اور فہم قرآن کے اصول سے ہٹا ہوا ہے اس لئے وہ شخص ایسا غلط طریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے خطا کار ہی کے حکم میں ہے۔ اس کے برعکس مجتہد، یعنی جس شخص کو علوم شرعیہ

پورا عبور اور بصیرت حاصل ہو، اگر اس کی روشنی میں اجتہاد کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو ثواب واجر ہی ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجتہد کو خطا پر بھی اجر ملتا ہے لیکن بے علم مفسر اگر صحیح تفسیر بھی کرے تب بھی خطا کار ہے۔

(۲۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔ (احمد، ابو داؤد)

"قرآن میں جھگڑنا" کفر ہے اس کا مطلب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ "قرآن میں جھگڑنا" یہ ہے کہ اس کے حکم صریح کو کسی ایسے شبہ کی بنا پر رد کر دیا جائے جو انسان کے قلب میں پیدا ہو۔ اور دوسرے شارحینؒ کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی کسی آیت کو کسی دوسری آیت کی وجہ سے جو بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتی ہو، جھٹلایا جائے۔ بعض شارحینؒ نے مراء کے معنی شک کرنے کے لکھے ہیں اس تقدیر پر ظاہر ہے کہ قرآن میں شک کرنے والا بالاتفاق کافر ہے۔

(۳۰) حضرت عمرو بن شعیبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے بارے میں کچھ لوگوں کو آپس میں بحث و مباحثہ اور مجادلہ کرتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی بنا پر ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی بعض آیتوں کو بعض سے ٹکرایا اور آیات الٰہی میں تناقض اور باہمی منافات پیدا کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اس طرح نازل ہوئی ہے کہ اس کی ہر آیت دوسری آیت کے موافق ہے پس تم اس کی کسی آیت کو کسی دوسری آیت کی وجہ سے مت جھٹلاؤ بلکہ اللہ کی

Marfat.com

کتاب سے جو کچھ تم جانو اور سمجھو اس کو بیان کرو اور جو کچھ تم نہ سمجھ سکو اس کو اس کے جاننے والے کے سپرد کر دو۔ (احمد ابن ماجہ)

اس کی کسی آیت کو دوسری آیت کی بنا پر مت جھٹلاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے اصل منشار کو نظر انداز کر کے اپنے اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی کوشش نہ کیا کرو جیسا کہ یہود کیا کرتے تھے۔

جاننے والے سے مراد اللہ و رسول ہیں یا یہ کہ علماء مراد ہیں۔ جو زیادہ علم و بصیرت رکھتے ہوں ان سے مراجعت کرو اور ان سے سمجھو۔

(۱۳۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم دین تین قسم کے ہیں محکم آیات[1]۔ یا سنت[2] ثابتہ، یا فریضۂ عادلہ اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ فضل ہے۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

یعنی محکم آیات وہ ہیں جن کے معنی متعین اور واضح ہیں اور سنت ثابتہ سے مراد وہ احادیث ہیں جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں اور جن پر فقہی مسائل کا دارمدار ہے اور فریضۂ عادلہ سے اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے کہ اصل میں وہ فریضہ کتاب و سنت کی روشنی سے اخذ کیا گیا ہے کتاب و سنت کے احکام کی طرح اجماعی اور قیاسی مسئلہ بھی واجب العمل ہے، چنانچہ عادلہ کے معنی ہی مثل اور برابر کے ہیں، یعنی کتاب و سنت کی طرح ان مسائل پر بھی عمل ضروری ہے جو اجماع اور کسی مجتہد کے قیاس سے ثابت ہوں۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کے چار اصول ہیں کتاب و سنت، اور اجماع اور قیاس۔ احکام شریعت انہی اصولوں پر مبنی ہیں اور

Marfat.com

یہی بنیادی علوم ہیں ان کے علاوہ کو فضل فرمایا جس کے معنی فضول اور بیکار و لا یعنی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع اور قیاس مجتہدین کے علاوہ جو کچھ ہے وہ بیکار اور ناقابل توجہ ہے۔

(۳۲) حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وعظ و نصیحت یا تو حاکم کرتا ہے یا مامور یا متکبر (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ وعظ و نصیحت تین قسم کے آدمی کیا کرتے ہیں اول تو امیر جو مسلمانوں کا امیر یا حاکم ہو وہ مستحق ہے کہ مسلمانوں کو پند و نصیحت کرے یا پھر حاکم جس کو مقرر کر دے وہ اس خدمت کو انجام دیا کرے یعنی یہ دونوں تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مستحق ہیں ان کے علاوہ جو شخص یہ کام کرتا ہے وہ خود پسند اور متکبر ہے۔ متکبر کا نصیحت کرنا اس امر پر مبنی ہوتا ہے کہ وعظ و پند کو فخر و غرور اور خود ستائی کا ذریعہ بناتا ہے، ایسے ریاکار و متکبر واعظ کے لئے اس حدیث میں اشارے کے طور پر زجر کیا گیا ہے۔

(۳۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کوئی بے علم اور مسئلے سے ناواقف فتویٰ دیدے اور جس کو فتویٰ دیا گیا ہو وہ اس پر عمل کرے تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے فتویٰ دیا ہو اور جس شخص نے اپنے بھائی کو کسی ایسے کام کا مشورہ دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس کی بھلائی اس میں نہیں تو اس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔ (ابوداؤد)

مطلب ظاہر ہے کہ غلط فتویٰ پر عمل کرنے والے کی بجائے وہ عالم

Marfat.com

ہی گنہگار ہوگا جس نے بلا تحقیق کئے ایک عامی اور جاہل کو فتوٰی دیا اور غلط مسئلہ بنا دیا پس تحقیق و واقفیت کے بغیر فتوٰی دینے کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی۔

(۳۴) حضرت امیر معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغالطہ دینے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ اہل علم سے باریک اور مشکل مسائل محض ان کو آزمانے اور غلط فہمی میں ڈالنے کی غرض سے پوچھنا ممنوع اور ناجائز ہے اس بنا پر کہ یہ آزمائش ایذارسانی تذلیل و توہین و علمی تفوق کے اظہار و ادعا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ ایذارسانی توہین کرنے کا جذبہ اور علمی فضیلت اور برتری جتانا ناجائز ہے نہیں ممکن ہے یہ آزمائش فساد و عداوت کا سبب بن جائے، کیونکہ آزمائش کا احساس انتقام کی آگ مشتعل کردے، تو عداوت و جنگ باہمی کا شاخسانہ اٹھ کھڑا ہوگا اس صورت میں مسائل کو آزمانے کے لئے پوچھنا حرام ہے۔

(۳۵) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم فرائض کو حاصل کرو اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ میں ایک دن وفات پانے والا ہوں۔ (ترمذی)

"علم فرائض" سے مراد ورثہ کے مسائل ہیں چونکہ ورثہ کی تقسیم حق العباد کے اعتبار سے نہایت اہم ہے اس لئے اس کی تاکید فرمائی اور قرآن جو تمام علوم کا منبع ہے اس میں سے ورثہ کے علم کو مقدم فرمایا یعنی قرآن کے

علوم میں سے فرائض کا علم ضرور حاصل کرو تاکہ ہر وارث کا صحیح حق ادا ہو سکے اور ایک خاندان میں جھگڑا نہ پیدا ہو۔ ایک دن وفات پانے والا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ میں ہمیشہ زندہ نہیں رہوں گا آخر بشر ہوں ایک نہ ایک دن مجھ کو اٹھا لیا جائیگا۔ اس لئے میری زندگی میں جو ضروری چیزیں ہیں انکو حاصل کرلو۔

(۳۶) حضرت ابو درداء روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر فرمایا یہی وقت ہے جب لوگوں سے علم جاتا رہیگا یہاں تک کہ وہ علم کی کسی بات پر قدرت نہ رکھیں گے۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ رات کے کسی حصہ میں آپ پر قرب قیامت کا زمانہ اور اس کی علامتیں منکشف ہوئی ہوں گی اس لئے آپ نے صحابہؓ کو مخاطب فرماتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے کہ یہی وہ وقت ہے جب لوگوں سے علم جاتا رہے گا یا یہ مطلب ہے کہ آپ کو آپ کی وفات کا زمانہ منکشف ہوا ہو جس پر آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہوں۔

(۳۷) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ لوگ طلب علم کے لئے دور دراز کے سفر کرینگے مگر وہ مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کہیں نہ پائیں گے۔ (ترمذی)

"مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کہیں نہ پائیں گے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ صحابہؓ و تابعینؒ جس وقت جزیرہ عرب سے نکل کر فتوحات اسلامی کا پرچم لہراتے ہوئے تمام اطراف عالم میں

پھیل جائیں گے اس وقت مدینہ میں جو عالم موجود ہو گا وہ مدینہ کے اطراف وجوار میں سب سے بلند پایہ ہو گا۔ اسی حقیقت کی طرف آپ نے اس بلیغ انداز میں اشارہ فرمایا بڑے عالم جن کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے بعض لوگوں کے نزدیک مالک بن انسؒ ہیں اور بعض لوگوں نے عبدالعزیز بن عبداللہ کو جو عمری زاہد کے لقب سے مشہور ہیں قرار دیا ہے۔

(۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ معلوم ہوا اس میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی کی ابتدا میں ایک ایسے عالم کو پیدا کرتا ہے جو دین کو قوی اور مضبوط کرتا رہتا ہے اور بدعات کو مٹا کر سنت کی از سر نو تجدید کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

"تجدید" کے معنی ہیں نیا کرنا اور تجدید دین کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کے جو احکام مٹ گئے ہوں یعنی جن پر عمل درآمد ہونا ہوا انکو دوبارہ زندہ کیا جائے اور ان کی بجا آوری کا حکم دیا جائے اور کتاب وسنت کی خلاف ورزی سے روکا جائے۔ وقت کے اس اہم فریضہ کو جو شخص انجام دیتا ہے اس کو مجدد کہتے ہیں لیکن مجدد وہی شخص ہو سکتا ہے جو علوم دین کے ظاہری اور باطنی ہر پہلو پر کامل بصیرت رکھتے ہوئے اور عملی خوبیوں سے متصف ہوتے ہوئے دین کو فروغ دینے، سنت کو زندہ کرنے اور اور بدعت کو مٹانے کا علم بلند کرے۔

تجدید دین کی ضرورت تقریبًا ہر صدی میں پیش آتی ہے۔ جس وقت

Marfat.com

سنتیں مٹتی جاتی ہیں اور بدعتیں زور پکڑنے لگتی ہیں، لادینی ولا مذہبیت پھیل جاتی ہے اس وقت علماء وصلحاء کے گروہ سے کچھ نفوس اٹھتے ہیں جو مذہب کو زندہ کرتے ہیں اور شرک وبدعت کی روک تھام کرتے ہیں۔

حدیث کی جو تشریح ہم نے کی ہے اس سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ مجدد کا اطلاق صرف ایک شخص پر ہونا ضروری نہیں بلکہ ایک گروہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یا تو ایک شخص اس کام کو انجام دے یا ایک جماعت اصلاح دین کا کام کرے حدیث کے الفاظ دونوں معنی کو شامل ہو سکتے ہیں۔

(۳۹) حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰنؓ عذری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ آنے والے لوگوں میں سے اس علم کو اعتدال پسند لوگ حاصل کریں گے اور وہی اس علم کے حامل ہوں گے اور وہ دیانت دار اور اعتدال پسند لوگ اس دین کو غلو کرنے والوں کی تحریف سے اور اہل باطل کی جھوٹی باتوں سے اور جاہلوں کی تاویلات سے محفوظ رکھیں گے اور اہل باطل کی باتوں کا رد کریں گے۔ (بیہقی)

مطلب "اعتدال پسند" سے ثقہ، دیانتدار اور قابل اعتبار لوگ مراد ہیں، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک دور کے بعد ایسے دور آئیں گے جب کہ لوگ قرآن کے اصل منشا سے ہٹ کر اس کو اپنی خواہشوں کے مطابق ڈھالنا چاہیں گے اور اس کے معنی اور مفہوم میں تحریف اور ردوبدل کرنے کی کوشش کریں گے اور اہل باطل اور اہل بدعت اپنے غلط اور باطل طریقے حدیث اور قرآن سے

Marfat.com

ثابت کرنے کے درپے ہوں گے اور علوم دین سے بے بہرہ اور ناواقف قرآن وحدیث میں تاویلات کرتے ہوں گے تو ایسے دور میں بھی کچھ نہ کچھ ایسے اعتدال پسند، ثقہ اور خدا ترس بندے موجود ہوں گے جو اس فتنہ کی روک تھام کرتے رہیں گے اور گمراہ لوگوں کا ہمت اور صبر سے مقابلہ کریں گے۔

(۴۰) امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص بہتر ہے جس کو دین کی سمجھ اور علم حاصل ہو اگر لوگ اس سے رجوع کریں اور دین کی ضرورت اس کے پاس لے جائیں تو وہ ان کو فائدہ پہونچائے اور لوگوں کو دین کی باتیں سمجھائے اور اگر اس سے بے پرواہ ہوں تو وہ بھی لوگوں سے بے نیاز رہے۔ (رزین)

مطلب یہ ہے کہ عالم دین کی شان ہی یہی ہونی چاہیئے کہ وہ مخلوق سے اس لیئے تعلق اور ربط ضبط رکھے کہ اپنے علم اور اخلاق سے فائدہ پہونچائے اور اس نیت سے ان سے میل جول نہ بڑھائے کہ ان سے اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اس حدیث سے ایسے شخص کی مذمت ثابت ہوتی ہے جو اپنے علم کو اور مخلوق کے رابطہ کو مطلب براری کے لئے آلہ کار بناتا ہو۔

(۴۱) حضرت واثلہ ابن اسقع رض سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے علم طلب کیا اور اس کو حاصل کر لیا اس کو دوہرا اجر ملے گا اور اگر حاصل نہ کر سکا تو اس کو اجر کا ایک ہی حصہ ملیگا۔ (دارمی)

یعنی دوہرا اجر ملنے کا سبب یہ ہے کہ طلب علم میں جو صعوبتیں پیش آتی رہیں ان پر صبر کرتا رہا یہاں تک کہ علم حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تو ایک حصہ

اجر کا، شدائد و مصائب پر صبر کرنے کا اور ایک حصہ کامیابی کا ملے گا اور جب کو کسی وجہ سے تحصیل علم میں کامیابی نہ ہو تو اس کو صرف مشقت برداشت کرنیکا ثواب ملے گا۔ بہر صورت طالب طالب علم اجر و ثواب سے خالی نہیں اگر عالم ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ورنہ طلب علم میں مرنا بھی سعادت ہے۔

(۴۲) حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کے عمل اور اس کی نیکیوں میں سے جو کچھ اس کو اس کے مرنے کے بعد پہونچتا رہتا ہے وہ وہ علم ہے جس کو اس نے سیکھا اور پھیلایا یا وہ صالح اولاد جس کو چھوڑ گیا، یا وہ قرآن جس کو وارث کے لئے چھوڑ گیا یا مسجد تعمیر کر گیا، یا مسافروں کے لئے سرائے بنوا گیا۔ یا نہر جاری کر گیا، یا اپنی زندگی اور صحت و تندرستی کی حالت میں ایسا صدقہ کر دیا جس کا ثواب اس کو مرنے کے بعد پہونچتا رہے۔ (ابن ماجہ بیہقی)

اس قسم کی ایک روایت پہلے بھی گذر چکی ہے اس میں کسی قدر تفصیل ہے۔ صحت اور تندرستی کی حالت میں صدقہ کو فرمایا، ممکن ہے کہ اس سے کسی خاص رقم کا وقف کر دینا مراد ہو، یا یہ مطلب ہو کہ کوئی صدقہ بھی جس کا اثر مرنے کے بعد باقی رہے گا اس کا ثواب بھی مرنے کے بعد ملتا رہیگا۔ واللہ اعلم۔

(۴۳) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالے نے مجھ سے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں کوئی راہ اختیار کرتا ہے تو میں اس کیلئے بہشت کی راہ آسان کر دیتا ہوں اور میں نے جس کی دونوں آنکھیں سے لے لیں

اس کے بدلہ میں جنت دوں گا اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے اور دین کی اصل پرہیزگاری ہے۔ (بیہقی)

یعنی علم ہی کا راستہ اصل میں جنت کا راستہ ہے اور علم کے ذریعہ جنت حاصل ہوگی۔ بشرطیکہ علم عمل اور اخلاص سے خالی نہ ہو۔ اور اندھے کو جنت کی بشارت اس بنا پر دی گئی ہے کہ بصارت سے محروم ہو کر اس کو قدم قدم پہ صعوبتیں پیش آتی ہیں اور وہ ان تمام مشکلات کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔ آخر میں ایک ایسی چیز کی طرف اشارہ فرمایا جو حقیقت میں تمام اعمال و افعال کی جڑ ہے اگر کسی قلب میں تقویٰ اور پرہیزگاری نہ ہو تو یوں سمجھنا چاہئے کہ مکان کی بنیاد ریت پر رکھ دی گئی۔

(۴۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو مسجد نبوی میں منعقد تھیں، تو آپؐ نے فرمایا دونوں بہتر ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے یہ لوگ جو اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اس سے اپنی لو لگائے ہوئے ہیں تو چاہے اللہ تعالےٰ ان کو اپنی نعمت عنایت کرے اور چاہے نہ دے لیکن جو علم دین سیکھ رہے ہیں اور ناواقف کو سکھاتے ہیں یہ افضل ہیں اور میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ انہیں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ (دارمی)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دو جماعتیں بنا کر بیٹھے ہوئے تھے ایک جماعت دعا اور ذکر الٰہی وغیرہ میں مشغول تھی اور دوسری جماعت مذاکرہ علمی اور درس و تدریس میں مصروف تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں تشریف

Marfat.com

لے گئے تو ان لوگوں کی مجلس میں آپ نے شرکت فرمائی جو تعلیم و تعلم میں مصروف تھے۔ پس مذاکرہ علمی، مجلس علمی اور تعلیم و تعلم کی برتری کی اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس علم میں بیٹھے اور اہل مجلس میں اپنے کو شمار فرمایا۔

گدایاں را ازیں معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں با ماست امروز

(۴۵) حضرت ابو درداؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ علم کی وہ کونسی حد ہے کہ اس کو جب آدمی پہونچ جائے تو فقیہ ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو میری امت کے فائدہ کے لئے دین کی بابت چالیس حدیثیں یاد ہوں تو اللہ تعالی اس کو فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ جس کو چالیس حدیثیں یاد ہوں اور وہ لوگوں تک پہونچا دے تو ایسے شخص کو یہ مرتبہ حاصل ہوگا کہ اس کا شمار علماء و فقہا میں ہوگا اور قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس کے اطاعت گذار ہونے کی گواہی دیں گے۔

(۴۶) حضرت انسؓ بن مالکؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑا سخی تو اللہ ہے پھر بنی آدم میں سب سے بڑا سخی میں ہوں۔ اور میرے بعد ان میں

Marfat.com

سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کو لوگوں میں پھیلایا وہ قیامت کے دن ایک امیر کی طرح اکیلا آئیگا۔ (بیہقی)

خدا و رسول کے بعد سب سے بڑا سخی ہونے کا ذکر کرنا دراصل اس بات کی ترغیب ہے کہ اہل علم کو اپنے علم سے فائدہ پہونچانے میں ذرہ برابر بھی بخل روا رکھنا زیبا نہیں۔

"امیر کی طرح اکیلا آئیگا" اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امیر معزز اور محترم اور اپنے خدم وحشم کے ساتھ ہوتا ہے اور کسی کا تابع نہیں ہوتا اسی طرح اس شخص کو بھی عزت واحترام حاصل ہوگا جو علم کو فروغ دیگا۔

(۴۷) اور انہیں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو طرح کے حریص سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص دوسرا دنیا کا حریص۔ (بیہقی)

اس حدیث میں علم کی حریصانہ طلب اور حصول دنیا کی ہوس کا موازنہ کرنے کا مقصد دونوں کا فرق ظاہر کرنا ہے۔ اس لئے کہ یہ ظاہر ہے موازنہ افضل اور ادنیٰ کا کیا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ علم کی حریصانہ طلب پسندیدہ ہے کیونکہ علم اعمال اور اطاعت کا سرچشمہ ہے اور دنیا کی حرص اس لئے مذموم ہے کہ اس سے انسان اللہ تعالیٰ سے غافل اور اس کی عبادت واطاعت سے دور ہو جاتا ہے۔

(۴۸) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں بہت سے ایسے لوگ دین کی سمجھ حاصل

Marfat.com

کریں گے اور قرآن پڑھیں گے کہ وہ اس علم کو اور قرآن کو امراء اور سلاطین کے پاس جانے کا ذریعہ بنائیں گے اور پھر یوں کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس جاتے ہیں تو ان سے دنیا حاصل کر لیتے ہیں اور اپنا دین ان سے صاف بچا لاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا (کہ ایک عالم دنیا دار کے پاس دنیا حاصل کرنے جائے اور دین کو بلا کسی نقصان کے بچا لائے) جس طرح ایک کانٹوں دار درخت سے صرف کانٹے ہی حاصل کئے جا سکتے ہیں اسی طرح امراء کی صحبت اور قربت سے نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں اہل علم کے لئے امراء و سلاطین کی قربت اور صحبت سے احتیاط کرنے کی طرف ایک اشارہ ہے جو اس تشبیہ سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح خار دار درخت سے (جس میں پھل نام کو بھی نہیں ہوتا) تکلیف اور خلش ہی پہونچتی ہے اسی طرح امراء کے یہاں جانا خسران ہی کا باعث ہوگا۔ حدیث میں قتا کا لفظ ہے قتا ایسے درخت کو کہتے ہیں جس میں پھل نہیں ہوتا صرف کانٹے ہی ہوتے ہیں امراء اور سلاطین کو اس درخت سے تشبیہ دینے سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ان کی حاشیہ نشینی انسان کے دین کو زخمی کر دیتی ہے۔

(۴۹) حضرت اعمش سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھولنا علم کے لئے آفت ہے اور علم کو ضائع کرنا یہ ہے کہ تم نا اہل کے سامنے بیان کرو۔ (دارمی مرسلا)

"بھولنا علم کے لئے آفت ہے" اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ علم

Marfat.com

حاصل کرنے کے بعد اس کی مداولت یعنی پڑھنا پڑھانا اور مطالعہ ترک کر دے اور اس طرح جو حاصل کیا تھا وہ بھول جائے دوسری یہ صورت ہے کہ تحصیل علم کے بعد ان امور میں مبتلا ہو جائے جو نسیان کا موجب ہوں جیسے معصیت میں پڑنا، افکار بڑھانا، مشاغل دیٹا اور خواہشوں کی تکمیل میں رہنا اور اسی قسم کی اور بہت سی چیزیں جن سے انسان کی یکسوئی میں فتور واقع ہو یہ بھی ذہول علم کا موجب ہیں اس لئے علم کو نسیان وذہول کی آفت سے بچانے کے لئے ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے۔

(۵۰) احوص اپنے باپ سے سن کر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا شر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھ سے شر کو نہ پوچھا کرو۔ بلکہ خیر کو دریافت کیا کرو آپ نے تین بار یہی فرمایا پھر ارشاد فرمایا اچھا سنو! سب سے بڑا شر بدترین علماء ہیں اور سب سے بڑی بھلائی بہترین علماء ہیں۔ (دارمی)

مطلب یہ ہے کہ صلاح عالم اور فساد عالم دونوں کا سبب علماء ہی کی ذات ہوتی ہے اس لئے کہ ارباب حل وعقد یہی ہوتے ہیں اور دین و دنیا کے تمام امور میں انہیں کا مشورہ مقدم اور ضروری ہوتا ہے۔ پس ان کی طبیعت اور سیرت جس قسم کی ہوگی اسی طرح کا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اگر ان کا مزاج صالح اور سنجیدہ ہوگا تو وہ امن عامہ کے ضامن اور فلاح عالم کا باعث ہوں گے اور اگر ان کی سرشت میں فتنہ و فساد کا مادہ ہوگا تو ان کی ذات سے نظام عالم میں فتور اور خلل و فساد پیدا ہوگا۔

(۵۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا تم لوگ جُبُّ الحُزن سے پناہ مانگا کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب الحزن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں ایک ایسی خوفناک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ چار سُو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ریاکار قرآن پڑھنے والے۔ (ترمذی)

اور ابن ماجہ میں اتنا اور اضافہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ قاری ہیں جو امراء اور سلاطین کے پاس جاتے ہیں۔

جُب لغت میں کنویں کو کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ جُب الحزن کوئی کنواں ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی عمیق میدان ہو جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی فرمایا۔ وادی جو پہاڑ کے نشیب میں میدان ہو اُس کو کہتے ہیں۔ بہرحال جُب الحزن کنواں ہو یا میدان ہو وہ اتنا خوفناک ہے کہ دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

ریاکار قرآن خواں جو لوگوں کے سنانے اور داد چاہنے کی غرض سے قرآن پڑھا کرتے ہیں اور جن کی ہمارے زمانہ میں کثرت ہے اس حدیث میں ان کے لئے سخت وعید ہے۔

(۵۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جلد ہی لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کی صرف رسم تلاوت رہ جائے گی، ان کی مسجدیں باعتبار آرائش معمور و مزین ہوں گی مگر اہل معرفت و ہدایت کے

اعتبار سے ویران ہوں گی اور ان کے علماء اس آسمان دنیا کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے انہیں کی ذات سے فتنے اٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے۔ (بیہقی)

"اسلام کا صرف نام رہ جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت نام کے مسلمانوں کی کمی نہ ہو گی لیکن ان میں علم و عمل کا فقدان ہو گا۔ اور ان کی زندگی پر اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرت کا اثر نہ ہو گا۔ اور قرآن کی رسم تلاوت باقی رہنے کا مفہوم یہ ہے کہ تلاوت قرآن، قرأت اور تجوید کا اہتمام تو بہت ہو گا لیکن اس کے معانی و مطالب پر غور کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی طرف سے لاپروائی اور بے توجہی ہو گی۔ اور مسجدیں معمور ہوں گی، یعنی ان کی ظاہری آرائش اور بلندی، دیواروں کے نقش و نگار روشنی کے قمقمے اور قیمتی فرش آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوں گے لیکن اس حیثیت سے ویران اور غیر آباد ہوں گی کہ عبادت اور ذکر الٰہی وغیرہ سے خالی ہوں گی اسی منظر کی تعبیر ہے۔ ع

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

"علماء کی ذات سے فتنے اٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے" کے مطلب یہ ہے کہ اس وقت کے فتنہ پرور علماء دین و دنیا میں فساد پھیلانے کے جو ذرائع استعمال کریں گے حقیقت میں وہ انہیں کے لئے وبال جان ہوں گے مثلاً دین کو کمزور کرنے کے لئے وہ ظالموں کا ساتھ دیں اور انکی اعانت کریں تو وہی ظالم ان کے لئے مہلک ثابت ہوں گے۔ قانون قدرت

Marfat.com

یہی ہے کہ جو شخص مخلوق کی دل آزاری کا اقدام کرتا ہے اس کو اپنے کرتوت کا مزہ مخلوق ہی کے ہاتھوں چکھنا پڑتا ہے۔

(۵۴) حضرت زیاد بن لبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ فتنے علم اٹھ جانے کے بعد پیش آئیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! علم کیسے اُٹھ جائیگا جب کہ ہم قرآن کو پڑھتے اور اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بچے اسکو اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اسی طرح تعلیم قرآن کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا؟ آپ نے فرمایا زیاد! تیری ماں تجھکو روئے! آخر یہود و نصاریٰ بھی تو تورات وانجیل پڑھتے ہیں لیکن کیا جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں؟ (احمد ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ علم صرف جاننے کا نام نہیں ہے بلکہ علم کا لازمی نتیجہ عمل ہے جس علم سے اعمال و افعال کا فائدہ حاصل ہوتا رہے وہی حقیقی علم ہے اور جس علم کی عملی حیثیت باقی نہ رہے وہ علم کالعدم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم باقی رہنے اور اس کے اُٹھ جانے کی تمثیل بھی بیان فرمائی ہے کہ یہود و نصاریٰ تورات وانجیل کو اگرچہ پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن وہ اس اعتبار سے بے علم ہیں کہ تورات وانجیل سے عملی فائدہ نہیں اٹھاتے یہی حال مسلمانوں کا بھی ہو جائے گا کہ وہ قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے اور یہی صورت ہے علم کے دنیا سے اُٹھ جانے کی۔

ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ عرب کا ایک محاورہ ہے جو استعجاب کے موقع پر بولتے ہیں ظاہری معنی تو بد دعا کے ہوتے ہیں لیکن بد دعا مقصود نہیں ہوتی جیسے اردو میں کہتے ہیں تمہیں خدا کی مار، یا تجھے خدا کی پھٹکار یا تجھے خدا کی سنوار وغیرہ ہم نے لفظی ترجمہ تیری ماں تجھ کو روئے کر دیا ہے۔

(۵۴) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا علم حاصل کرو اور لوگوں کو تعلیم دو۔ علم فرائض کو سیکھو اور اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور اس کو لوگوں کو پڑھاؤ یقیناً میں ایک بشر ہوں کہ وفات پانے والا ہوں، اور علم جاتا رہیگا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو شخص ایک ہی حکم کے بارے میں جھگڑا کریں گے اور اس کے فرض یا سنت یا نفل ہونے کی نوعیت متعین نہ کر سکیں گے اور وہ کسی ایسے شخص کو کہیں نہ پائیں گے جو ان کے مابین فیصلہ کر سکے۔ (دارمی، دار قطنی)

اسی قسم کی ایک روایت پہلے گذر چکی ہے یہ روایت کسی قدر تفصیل اور اضافہ کے ساتھ ہے۔ اس حدیث میں علم حاصل کرنے اور تعلیم دینے اور علم فرائض اور قرآن کے ضروری علوم کو سیکھنے سکھانے کی سخت تاکید فرمائی اور سبب کے طور پر یہ فرمایا کہ مجھے ہمیشہ ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہنا ہے بلکہ بتقاضائے بشریت ایک نہ ایک دن وفات پانے والا ہوں اس لئے میری زندگی میں ان علوم کو سیکھ لو جو ضروری ہیں۔

"اور وہ شخص ایک ہی حکم کے بارے میں جھگڑا کریں گے اور کسی ایسے

شخص کو نہ پائیں گے جو ان کے مابین فیصلہ کر سکے۔"
مطلب یہ ہے کہ علم کی قلت اور فتنوں کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کا یہ عالم ہوگا کہ فرض، سنت، یا حق و باطل کا فرق نہ خود کر سکیں گے اور نہ ایسے اہل علم ملیں گے جو علم کی کمی یا فتنہ کے سبب سے ایسے موقع پر ان کی رہنمائی کر سکیں۔

(۵۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس علم کی مثال جس سے فائدہ حاصل نہ ہو اس خزانہ کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔ (احمد، دارمی)

یعنی جس علم سے صاحب علم نہ خود فائدہ اٹھائے اور نہ دوسروں کو نفع پہونچائے اس کی مثال ایسے خزانہ کی طرح ہے جس کو انسان نہ اپنے اوپر صرف کرے اور نہ ان لوگوں پر جو اس کے مستحق ہوں۔ علم اور مال سے فائدہ نہ اٹھانے اور نفع نہ پہونچانے ہی کو آپس میں تشبیہ دی گئی ہے کہ ایسے مال اور ایسے علم کی حیثیت ایک ہے جس سے اپنی ذات کو اور دوسروں کو منفعت حاصل نہ ہو ایسی چیز کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ غیر مفید اور بے سود ہونے میں تو دونوں مشترک ہیں لیکن اس حیثیت سے دونوں ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہیں کہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا اور باقی رہتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا اور ختم ہو جاتا ہے۔

(۲)

طہارت

ہم نے ابتدائی تمہید میں عرض کیا تھا کہ تمام اعمال صالحہ کا مدار علم صحیح پر ہے

جب تک کسی کام کا انسان کو علم نہ ہو وہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اسی طرح دین میں جو نیک اعمال انسان کو کرنے ضروری ہیں جب تک ان کا علم نہ ہو انسان ان اعمال کو ٹھیک طور پر بجا نہیں لا سکتا۔ اس لئے ہم نے عقائد کی بحث کے بعد ان احادیث کے ترجمہ کو مقدم کیا جو علم اور اہل علم کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اب اعمال کی بحث میں سے تمام اعمال پر نماز کو ایک خاص اہمیت اور فوقیت حاصل ہے اس لئے ان احادیث کو مقدم کرنا چاہتے ہیں جن کا تعلق نماز سے ہے لیکن یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ نماز خواہ فرض ہو یا سنن و نوافل ہوں ہر قسم کی نماز کے لئے طہارت شرط ہے۔ اگر کسی نے وضو نہ کیا ہو، یا جنابت کے بعد کسی نے غسل نہ کیا ہو تو اس کی نماز نہیں ہو گی اس لئے ہم وضو، غسل اور تیمم کے متعلق نیز پانی کی طہارت کے سلسلہ میں چند احادیث کا ترجمہ اور ان کا مطلب بیان کرتے ہیں اس کے بعد ان احادیث کا ترجمہ کریں گے جو نماز سے متعلق ہونگی۔

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پاک رہنا نصف ایمان ہے اور الحمد للہ کہنا اعمال کی میزان کو ثواب سے بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان و زمین کے مابین کی تمام چیزوں کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور صدقہ کرنا دلیل ہے اور صبر کرنا کامل روشنی ہے اور قرآن تمہارے لئے یا تمہارے اوپر حجت ہے ہر شخص اس حال میں صبح کرتا ہے گویا وہ اپنے نفس کی تجارت کرنیوالا ہے پھر یا تو اچھے اعمال کر کے اس کو دوزخ سے آزاد کرا لیتا ہے یا اپنی بداعمالی کے باعث اپنی جان کو تباہ کر لیتا ہے۔ (مسلم)

Marfat.com

دارمی نے سبحان اللہ اور الحمد للہ کی بجائے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کی روایت کی ہے۔

"پاک رہنا نصف ایمان ہے" مطلب یہ ہے کہ ایمان سے بڑے اور چھوٹے گناہ بخشے جاتے ہیں پس اجر و ثواب کے اعتبار سے طہارت نصف ایمان کے برابر ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ایمان سے یہاں مراد نماز ہو اور چونکہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے کہ جب تک وضو نہ ہو نماز نہ ہوگی۔ اس لحاظ سے گویا نماز کے دوسرے ارکان و شرائط نماز کا نصف حصہ ہیں اور وضو دوسرا نصف حصہ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان اعمال و اعتقاد کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے تو ایمان کا نصف حصہ اعمال سے تعلق رکھتا ہے اور اعمال میں عام طور سے طہارت کو دخل ہے بالخصوص نماز تو طہارت ہی پر موقوف ہے اس لئے طہارت کو نصف ایمان سے تعبیر فرمایا۔

الحمد للہ کہنا اعمال کی میزان کو ثواب سے بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان و زمین کے مابین کی تمام چیزوں کو بھر دیتے ہیں۔ اس جملے میں زیادہ سے زیادہ ثواب اور اجر ملنے کا بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ الحمد للہ (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے) کہنا اللہ تعالیٰ کے کمالات اور اس کی بے حد و بے حساب نعمتوں کا اقرار اور اسی کو اپنا حاجت روا اور کارساز ہونے کا اعتراف ہے اور سبحان اللہ کہنا اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کے عیب سے پاک ہونے اور اس کے کسی کو شریک و سہیم نہ ہونے کا یقین و اعتقاد کرنا ہے بس سچے دل سے اور اس یقین و اعتقاد کے ساتھ اگر کوئی شخص الحمد للہ اور سبحان اللہ کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

ہی کو سزاوار حمد اور ہر طرح بے عیب سمجھتا ہے اور اسی کو کارساز مانتا ہے۔ اور اسی پر پورا بھروسہ رکھتا ہے تو توقع ہے کہ آخرت میں اس کے اعمال و حسنات کا پلہ اجر و ثواب سے بھرپور ہوگا اور دنیا کی ہر چیز اس کے لئے موجب راحت اور باعث سکون ہوگی "نماز نور ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھتے رہنے سے انسان کے قلب میں ایک طرح کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے جو اس کو نیکی اور بھلائی کی راہ سجھاتی رہتی ہے اور معصیت کے کام اور غلط روی سے روک دیتی ہے۔

"اور صدقہ کرنا دلیل ہے" یعنی لوجہ اللہ صدقہ کرنا صدق ایمان اخلاص اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی طلب کرنے کی دلیل ہے۔

"اور صبر کرنا کامل روشنی ہے" یعنی اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور اصلاح نفس وغیرہ کی راہ میں جو مصائب پیش آئیں ان کو برداشت کرنے سے قلب میں ایسی روشنی پیدا ہو جاتی ہے جو انسان کو ہمیشہ صحیح راہ پر قائم رکھتی ہے اور اس کو گمراہ ہونے سے بچاتی ہے۔

"اور قرآن تمہارے لئے یا تمہارے اوپر حجت ہے" یعنی اگر تم نے قرآن کے احکام پر عمل کیا تو وہ تمہارے لئے سفارشی اور تمہارا ممد و معاون ہوگا اور اگر اس کے احکام سے غفلت کی تو وہ تمہارے لئے ضرر رساں اور تمہارے خلاف مدعی بنکر کھڑا ہوگا اور خدا کے سامنے تمہاری شکایت کرے گا۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ صبح کرتے ہی وہ کوشش شروع کر دیتا ہے اور اپنی جدوجہد جاری کرتا ہے۔ اس کی جدوجہد اور سعی یا تو دین کے لئے ہوتی ہے یا دنیا کے لئے پس جو

Marfat.com

شخص دین کے لئے کوشش کرتا ہے اور نیک کام میں مشغول رہتا ہے تو وہ اپنی جان کو دوزخ سے آزاد کرا لیتا ہے اور جو شخص برے اعمال کے لئے سعی کرتا ہے تو وہ اپنی جان کو تباہ و برباد کر لیتا ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کو مٹادے اور تمہارے مرتبے بلند کردے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ آپؐ نے فرمایا مشقت اور شدائد کے وقت پورا پورا وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف جانے میں کثرت سے قدم رکھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ جہاد کے قائم مقام ہے۔ (مسلم)

"گناہوں کو مٹادے" کا مطلب یہ ہے کہ مغفرت فرمائے اور "مشقت اور شدائد کے وقت پورا پورا وضو کرنا" اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا وقت یا حالت ہو کہ وضو کرنے میں تکلیف ہو، مثلاً چلے کی سردی پڑتی ہو اور پانی استعمال کرنے کی ہمت نہ پڑتی ہو اور جسم کو اس سے اذیت پہونچتی ہو مگر پھر بھی انسان ہمت کرکے اس طرح وضو کرے کہ وضو کے تمام اعضا کو پانی سے اچھی طرح دھوئے اور ان پہ پانی بہائے۔ اور "مسجدوں کی طرف جانے میں کثرت سے قدم رکھنا" اس سے مراد یہ ہے کہ گھر سے مسجد دور ہو مگر نماز کے لئے مسجد میں جائے یا یہ مراد ہو کہ مسجد جانے کے لئے آہستہ اور اطمینان کی چال اختیار کی جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بکثرت مسجد میں جائے "ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا" اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھ کر دوسری نماز کے لئے مسجد میں

Marfat.com

منتظر بیٹھے رہیں یا مسجد میں بیٹھے نہ رہیں لیکن دل وہیں لگا رہے۔

ہم نے "رباط" کا ترجمہ جہاد کیا ہے رباط اصل میں جہاد پر مداومت اختیار کرنے اور سامان حرب سے مسلح ہو کر حدود دار الاسلام کی دشمنان دین سے محافظت اور نگرانی کرتے رہنے کو کہتے ہیں جو جہاد ہی کی ایک صورت ہے مذکورہ بالا اعمال کو جہاد سے مشابہت اور مماثلت یوں ہے کہ ان پر مداومت اختیار کرنے میں سخت دشواریوں اور صعوبتوں کا سامنا ہوتا ہے اور ان کی بجا آوری میں سب سے زیادہ نفس کی خواہشوں کو روکنا اور لذت و راحت کو لوجہ اللہ قربان کرنا ہوتا ہے جو جہاد کے مصائب اور مشکلات کے بہت زیادہ مماثل ہے۔

(۴۳) امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حسن و خوبی کے ساتھ وضو کرے تو اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اس طرح وضو کرے کہ وضو میں جو چیزیں سنت اور مستحب ہیں اور جو اس کے آداب ہیں وہ ترک نہ ہوں۔

وضو چونکہ نماز جیسی مقدس عبادت کی تمہید ہے اس لئے یہ بھی عبادت ہی ہے اگرچہ مقصود بالذات نہیں ہے مگر اس سے جسم کی طہارت کے ساتھ قلب اور باطن کی پاکی بھی حاصل ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا یہی مطلب

ہے کہ اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں" یعنی وضو کرنے سے انسان کے اعضاء کا میل ہی نہیں دُھل جاتا بلکہ اس کے گناہوں کی کثافت بھی دھل جاتی ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ جو اس کی آنکھوں نے کیا ہو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتا ہے پھر جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں نے جو گناہ کیا تھا وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتا ہے پھر جب اپنے دونوں پیر دھوتا ہے تو ہر وہ گناہ جس کی طرف قدم اٹھے تھے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں ہر عضو سے گناہ سرزد ہونے کی صورت اور اس کے زائل کرنے کی شکل بیان کی گئی ہے لیکن چہرے میں سے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا حالانکہ چہرہ آنکھ، ناک اور کان کو شامل ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قلب اصل میں آنکھوں ہی کو اپنے مطلب کی تکمیل کا ذریعہ بناتا ہے اس اعتبار سے چہرے کے دوسرے اعضاء میں آنکھ کا گناہ سب سے بڑا ہے جس کے ذکر کرنے کے بعد دوسروں کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ جب وضو کی برکت سے بڑے خطاکار کی خطائیں معاف ہو جاتی

Marfat.com

ہیں تو دوسرے مجرموں کا جرم بھی ڈھل جانے کی امید ہے آنکھوں کے علاوہ دوسرے اعضاء کا بیان بعض احادیث میں بھی آجائے گا۔

(۵) امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی ایسا مسلمان نہیں جو کسی فرض نماز کے وقت اس نماز کے لئے باقاعدہ وضو کرے اور اس کو خشوع کے ساتھ اور صحیح رکوع کے ساتھ ادا کرے مگر یہ کہ وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔ اور ایسا ہی ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔

باقاعدہ وضو کرنے کی تشریح اس سے پہلے کی جا چکی ہے نماز کے خشوع وخضوع اور صحیح رکوع کے ساتھ ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان اور آداب کا پورا خیال رکھے اور نماز میں اس طرح مشغول ہو کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھے اور قلب کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے کسی اور چیز کی طرف خیال نہ جانے دے۔ اور رکوع و سجود کے ٹھیک ہونے کی صورت یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ کرنے میں جلد بازی نہ کی جائے۔ جب تک رکوع سے سیدھے طور پر کھڑا نہ ہو جائے سجدہ میں نہ جائے اسی طرح جبتک سجدے سے پورے طور پر بیٹھ نہ جائے اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرے اس طرح پر جو نماز ادا کی جائے گی یقیناً وہ انسان کے پچھلے گناہوں کی مغفرت کا موجب ہوگی بشرطیکہ گناہ کبیرہ نہ ہوں، گناہ کبیرہ کی مغفرت (توبہ) یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو سکتی ہے" ایسا ہمیشہ ہوتا رہتا ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نماز پچھلے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے کسی خاص وقت کی نماز مخصوص

نہیں ہے۔

(۶) انہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کیا پہلے تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں پہ پانی ڈالا پھر کلی کی پھر پانی لے کر ناک کو صاف کیا پھر تین بار منہ دھویا پھر تین بار کہنی سمیت دایا ہاتھ دھویا، پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین بار دھویا پھر مسح کیا پھر تین بار دایاں پیر اور تین بار بایاں پیر دھویا۔ پھر کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے جس طرح میں نے وضو کیا ہے پھر فرمایا جو شخص میرے وضو کی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے جس میں اپنے دل میں کسی چیز کا خیال نہ لائے تو اس کے سابق گناہ بخشد ئے جاتے ہیں۔ (بخاری مسلم)

حضرت عثمانؓ نے تحیۃ الوضو کے پڑھنے کو فرمایا یہ نفل وضو کے بعد مستحب ہیں لیکن اوقات مکروہ میں نہیں پڑھنے چاہئیں۔

بحالت نماز" اپنے دل میں کسی چیز کا خیال نہ آنے دے، مطلب یہ ہے کہ دنیا کے مشاغل اور نماز سے غیر متعلق خیالات میں نہ پڑے اور اگر اِدھر اُدھر کے خیال آئیں تو ان کو دفع کرے اور حضور قلب کو برقرار رکھے۔

(۷) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی ایسا مسلمان نہیں جو باقاعدہ وضو کرے پھر کھڑا ہو اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھے کہ اپنے قلب اور منہ کو نماز ہی کی طرف متوجہ رکھے مگر یہ کہ اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

Marfat.com

"قلب اور منہ کو نماز ہی کی طرف متوجہ رکھے" مطلب یہ ہے کہ تمام اعضاء پر خوف الٰہی طاری کرے ، ظاہری تمام اعضاء اور باطن سب کو نماز ہی میں متوجہ رکھے ۔ جنت کے واجب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو جنت میں ضرور داخل کریگا اور اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا ۔

(۸) امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو شخص وضو کرے اور صحیح طریقہ پر کرے پھر أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو (مسلم) اور ترمذی میں اتنا اور اضافہ ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ یعنی وضو کے بعد یہ دعا یا کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پڑھا ہیں ۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے لوگ قیامت کے دن بلائے جائیں گے اور ان کا یہ حال ہوگا کہ ان کی پیشانیاں اور دست و پا وضو کے اثر سے سفید اور چمکتے ہوں گے پس تم میں سے جو شخص اپنے چہرے کی چمک اور سفیدی بڑھا سکتا ہے وہ ضرور بڑھائے ۔ (بخاری مسلم)

"پیشانیاں اور اعضائے وضو سفید اور چمکتے ہوں گے" حدیث میں

Marfat.com

اس کو غُرٌّ مُحَجَّلِیْن سے تعبیر کیا گیا ہے غُرٌّ اَغَرٌّ کی جمع ہے۔ جس گھوڑے کی پیشانی سفید اور چمکدار ہوتی ہے اس کو غُر کہتے ہیں اور مُحَجَّل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں، ایسے گھوڑے جن کے چہرے اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں وہ تمام دوسرے رنگ کے گھوڑوں سے زیادہ پسندیدہ نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور سب میں ممتاز ہوتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس امت کی تشبیہ ان گھوڑوں سے دی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس امت کے لوگوں کے چہرے اور ہاتھ پیر نورانی اور چمکتے ہوں گے جن کی بدولت وہ تمام دوسری امتوں میں ممتاز اور نمایاں ہوں گے۔

"پس تم میں سے جو شخص اپنے چہرے کی سفیدی اور چمک کو بڑھا سکتا ہے وہ ضرور بڑھائے" اس میں صرف پیشانی کے متعلق تاکید کی گئی اور ہاتھ پیر کا ذکر نہیں کیا گیا اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہاتھ پیر کے لئے کوئی تاکید نہیں۔ نہیں بلکہ دونوں کی تاکید مقصود ہے چہرہ چونکہ جسم انسانی میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کا ذکر فرما دیا۔

چہرے اور ہاتھ پیر کی سفیدی اور چمک بڑھانا یہ ہے کہ چہرے کو پیشانی کے اوپر بالوں کے اُگنے کی جگہ سے کانوں کی لو اور ٹھوڑی کے نیچے تک دھوئیں اور اسی طرح پیروں کو ٹخنوں کے اوپر تک دھوئیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہو گی کہ دوسری امتوں سے اس امت کے ممتاز اور نمایاں ہونے کی ان کے چہرے اور ہاتھ پیر کی چمک اور سفیدی ایک خصوصی علامت ہو گی۔

Marfat.com

(۱۰) حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کی آرائش اور زینت وہاں تک ہوتی ہے جہاں تک وضو کا پانی پہونچتا ہے۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے سے ان اعضا میں حسن اور آرائش پیدا ہو جاتی ہے جس طرح عورتوں کے اعضاء چہرہ ہاتھ اور پیر کی زینت و آرائش زیوروں سے ہوتی ہے اسی طرح مردوں کے ان اعضاء کی زیب و زینت کا باعث وضو ہے۔

ہم نے حِلْیَۃ کا ترجمہ آرائش اور زینت کیا ہے لیکن بعض شارحینؒ نے اس کا ترجمہ زیور کیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جنت میں لوگوں کے ہاتھ پیر میں زیورات پہنائے جائیں گے چنانچہ قرآن کریم میں اس کی بشارت دی گئی ہے۔ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا[1] اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ

(۱۱) حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھی راہ چلنے میں استقامت اختیار کرو، حالانکہ تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے کہ راستی سے ذرا بھی کج نہ ہو۔ اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے زیادہ بہتر نماز ہے اور وضو کی محافظت صرف مومن کامل ہی کرتا ہے۔ (مالک احمد ابن ماجہ دارمی)

سیدھی راہ چلنے میں استقامت اختیار کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی انجام دہی اور راہ راست پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہو

[1] یعنی جنت میں لوگوں کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

Marfat.com

اور ذرہ برابر بھی کج روی اختیار نہ کرو۔ چونکہ اس امر کی پابندی اور اس پر استقامت عام انسانوں کے لئے بہت دشوار ہے کہ بتقاضائے بشریت انسان کے قدم ڈگمگا ہی جاتے ہیں اور کبھی کبھی صحیح اور سیدھی راہ سے کچھ نہ کچھ ہٹ ہی جاتا ہے اس لئے فرمادیا کہ تمہاری استطاعت میں یہ نہیں کہ راستی سے ذرہ برابر کج نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی قدرت اور طاقت کے موافق راہ مستقیم پر چلنے کی کوشش کرتے رہو اور نیت یہی رکھو کہ جان بوجھ کر کج روی اختیار نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے گا اور اس راہ میں جو کچھ فروگذاشت ہوگی اس کو معاف فرمائے گا۔

"اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے" استقامت اختیار کرنے کی تاکید کے بعد نماز کی فضیلت اور برتری کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اعمال صالحہ میں سب سے زیادہ بڑا ذریعہ نجات اور تقرب الٰہی کا باعث اور صحیح راہ پر قائم رہنے کا موجب نماز ہی ہے اس لئے کہ نماز ان تمام برائیوں اور غلط کاریوں سے بچاتی ہے جو انسان کو راہ مستقیم سے ہٹانے کا سبب ہوتی ہیں اسی بنا پر نماز کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد یہ فرمایا کہ وضو کی محافظت مومن کامل ہی کر سکتا ہے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو نماز کا پابند ہوگا وہ ان شرائط کا بھی خیال رکھے گا۔ اور چونکہ نماز کی پابندی ایمان کامل کی علامت ہے اس لئے وضو کی حفاظت بھی مومن کامل ہی کا حصہ ہے۔

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جو شخص باوضو ہوتے ہوئے بھی وضو کرے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (ترمذی)

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کا وضو ہو اور ٹوٹا نہ ہو اور اس وضو سے کوئی نماز فرض خواہ نفل پڑھ چکا ہو اور پھر نیا وضو کرے تو وضو کے مقررہ ثواب سے دس نیکیاں زیادہ لکھی جاتی ہیں اور اگر پہلے وضو سے کوئی نماز نہ پڑھی ہو تو بعض لوگ دوبارہ وضو کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔

(۱۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔ (احمد)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی دروازے کو کھولنے کے لئے کنجی درکار ہوتی ہے کہ بغیر کنجی کے دروازہ نہیں کھولا جا سکتا اسی طرح جنت کا دروازہ کھولنے اور اس میں داخل ہونے کا ذریعہ نماز ہے، لیکن جس طرح نماز کے بغیر جنت میں جانا دشوار ہے اسی طرح نماز بھی بغیر وضو نہیں ہو سکتی پس جنت جو انسان کا مقصد ہے اس کے حصول کا جو سب سے زیادہ بڑا ذریعہ ہے یعنی نماز اس کے لئے پہلی شرط اور اولین زینہ وضو ہے۔

(۱۴) قبیلہ بنی سلیم کے ایک شخص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں پر ان باتوں کو گنا اور فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے کا ثواب نصف میزان کے برابر ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کا ثواب میزان کو بھر دیتا ہے۔ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے سے آسمان و زمین کے مابین کی ہر چیز بھر دی جاتی ہے اور روزہ نصف صبر ہے اور طہارت نصف ایمان ہے۔ (ترمذی)

اسی قسم کی ایک حدیث کی تشریح پہلے کی جا چکی ہے اس حدیث میں روزہ کو نصف صبر فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ دین پر قائم رہنے کے دو پہلو

Marfat.com

ہیں ایک پہلو یہ ہے کہ نیک اور اچھے کاموں کی رغبت پیدا کی جائے اور ان کی پابندی کی جائے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ معاصی اور برے کاموں کو ترک کیا جائے پس نفس کو اعمال صالحہ کا خوگر بنانا اور ترک معاصی کا عادی بنانا کامل صبر ہے اور روزے کا چونکہ غالب پہلو اور اصلی مقصود یہ ہے کہ نفسانی خواہشوں کی روک تھام کی جائے اسی لئے روزے کو صبر کا نصف حصہ فرمایا۔

(۱۵) حضرت عبداللہ صنابحیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی بندہ مومن وضو کرتا ہے اور کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے گناہ اس کے منہ کی راہ سے نکل جاتے ہیں اور ناک میں پانی ڈالتا ہے اور اس کو صاف کرتا ہے تو ناک کی راہ سے پانی کے ساتھ وہ گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے ناک سے کئے تھے اور جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے تمام وہ گناہ دھل جاتے ہیں جن کی ذمہ داری اس کے چہرے پر تھی یہاں تک کہ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں اور جب اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں کے گناہ دور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ دور ہو جاتے ہیں اور جب دونوں پیروں کو دھوتا ہے تو اس کے پیر سے گناہ دور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا اس کے لئے مزید فائدہ ہے۔ (مالک، نسائی)

اس قسم کی حدیث مع تشریح کے گذر چکی ہے اس حدیث میں کسی قدر

اشفانہ ہے " پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا اس کے لئے مزید فائدہ ہے " مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے سے اعضائے وضو کے تمام چھوٹے چھوٹے گناہوں سے پاکی حاصل ہو چکی تھی اور وضو سے فارغ ہو کر مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا مزید پاکی اور بلندی درجات کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو گناہ سرزد ہوئے تھے ان کا کفارہ وضو ہو گیا اس لئے نماز سے یہی کی پوری ہو جاتی ہے اور اس کے بدلہ میں انسان کا درجہ بلند ہوتا ہے۔

(۱۶) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ نے یہ دعا پڑھی، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ[1] اور پھر فرمایا میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا تم لوگ میرے صحابی اور رفیق ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی عالم وجود میں نہیں آئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو آپ کے بعد پیدا ہوں گے آپؐ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ اگر ایک شخص کے پاس ایسے گھوڑے ہوں جن کے چہرے اور چاروں ہاتھ پیر سفید ہوں وہ گھوڑے ایسے گھوڑوں میں ملا دئے جائیں جو ایک رنگ سیاہ ہوں تو کیا وہ شخص اپنے گھوڑے پہچان لے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا " ہاں " یا رسول اللہ! ضرور پہچان لے گا آپ نے ارشاد فرمایا تو اسی طرح وہ لوگ قیامت کے دن آئیں گے کہ ان کے

[1] تم پر سلام ہے اے مومنین کی جماعت! انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

Marfat.com

چہرے اور ہاتھ پیر وضو کے اثر سے سفید اور چمکتے ہوں گے ان کے نور سے میں اُنکو پہچانوں گا اور میں ان سے پہلے حوض کوثر پر ان کے لئے موجود رہوں گا۔ (مسلم)

اس مضمون کی حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے لیکن یہ حدیث اس کی تفصیل اور بعض دوسرے حقائق کی آئینہ دار ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں اس لئے تشریف لے گئے تھے کہ آپ اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں چنانچہ آپ نے ان کو سلامتی کی دُعا دی پھر ان سے اپنے ملنے کا ذکر کیا جو قبرستان میں جانے کا اصل مقصد ہے اس کے بعد فرمایا میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان بھائیوں کو دیکھتے جو آئندہ اس امت میں ہوں گے اہل قبور پر سلام کرنے کے بعد ان کا ذکر کرنے کا موقع یہ ہوگا کہ ان مرحومین کی یاد کی وجہ سے آئندہ عالم وجود میں آنے والے بھی یاد آگئے یا یہ مطلب ہو کہ آپ نے اہل قبور کی روحوں کے ساتھ آئندہ پیدا ہونے والی روحوں کا بھی مشاہدہ فرمایا ہو تو یہ الفاظ فرمائے ہوں۔

"تم میرے صحابی اور رفیق ہو" آپ نے یہ الفاظ صحابہؓ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمائے جن کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو دو سعادتیں حاصل ہیں ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتۂ اخوت اسلامی اور دوسرے شرف صحبت و معیت، اس جواب میں دونوں باتیں آگئی ہیں کہ تم میرے بھائی بھی ہو اور صحابی اور رفیق بھی لیکن بعد کے آنے والوں سے صرف اسلامی بھائی چارہ کا تعلق ہوگا۔ ان کو میری صحبت حاصل نہ ہوگی۔

سفید چہرے اور ہاتھ پاؤں والے گھوڑے اور خالص سیاہ رنگ کے

Marfat.com

گھوڑوں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمثیل بیان فرمائی ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امتوں اور میری امت کے مابین اتنا ہی نمایاں فرق ہوگا جتنا پنج کلیان گھوڑوں اور سیاہ گھوڑوں میں ہوگا کہ جس طرح ایک شخص کے سفید چہرے اور سفید ہاتھ پاؤں کے گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں خلط ملط ہو جائیں مگر پھر بھی مالک کو ان گھوڑوں کے پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہوگی اسی طرح میدان حشر میں جس وقت تمام امتیں جمع ہوں گی جن میں امت مسلمہ بھی ہوگی اس وقت میں اپنی امت کو وضو کے آثار اور اس کی روشنی سے پہچانونگا اور میں پہلے سے حوض کوثر پران کے لئے موجود ہوں گا۔ اس میں اس امر کا ذکر ہے کہ جس طرح کوئی پہلے جاکر آنے والوں کے آرام و آرائش کا انتظام کرتا ہے اسی طرح میں بھی آگے جاکر تمہارا پرسان بنوں گا اور تمہاری مغفرت اور تمہارے لئے درجات عالیہ کا بندوبست کروں گا۔

(۱۷) حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور میں ہی وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کو سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی چنانچہ میں اپنے سامنے دیکھونگا اور تمام امتوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا اسی طرح اپنے پیچھے اور اپنے دائیں اور اپنے بائیں مخلوق کا اژدہام دیکھوں گا اور ان میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو ان تمام امتوں کے مابین کیسے پہچانیں گے جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک

Marfat.com

گذری ہیں؟ آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کے چہرے اور ہاتھ پیر وضو کے اثر سے روشن اور سفید ہوں گے ان کی طرح ان کے علاوہ کوئی اور نہ ہوگا اور اس سے بھی پہچانوں گا کہ ان کے خورد سال بچے ان کے سامنے دوڑتے ہوں گے (احمد)

(۳)

موجبات وضو

اگرچہ وضو کرنے کا اصلی سبب نماز کا ارادہ ہے لیکن ان چیزوں کو بھی موجبات وضو کہہ سکتے ہیں جن سے وضو جاتا رہتا ہے مثلاً پیخانہ پیشاب اور جنابت ہونے سے اور ریح یا مذی اور ودی کے خارج ہونے سے اور گہری نیند سے سو جانے وغیرہ سے وضو باقی نہیں رہتا اور ان میں سے ہر ایک کی وجہ سے وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اس باب میں ان احادیث کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کن حالات کے پیش آجانے سے وضو کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کی نماز درست نہیں ہوتی جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو جب تک وضو نہ کرلے۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت بھی ہو لیکن اس کے باوجود کوئی بے وضو نماز پڑھے تو اس شخص کی نماز نہ ہوگی البتہ جس کے پاس پانی نہ ہو یا پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے

Marfat.com

اور اس کے لئے تیمم کا حکم ہے لَا تُقْبَلُ کا ترجمہ ہم نے "درست نہیں ہوتی" کر دیا ہے اس اعتبار سے کہ نماز کے لئے طہارت بالاتفاق شرط ہے بے وضو کسی امام کے نزدیک بھی نماز نہیں ہوتی اس لئے لَا تُقْبَلُ کا ترجمہ "قبول نہیں ہوتی"، کی بجائے "درست نہیں ہوتی" کیا گیا ہے اور جو فعل درست ہی نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ مقبول بھی نہ ہوگا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تُقْبَلُ ارشاد فرمایا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نماز بغیر طہارت کے مقبول نہیں ہوتی اور نہ مال حرام سے صدقہ کرنا مقبول ہوتا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث کا مضمون بھی پہلی حدیث کے مطابق ہے۔ البتہ اتنا اور جو اضافہ ہے کہ نہ مال حرام سے صدقہ کرنا مقبول ہوتا ہے دونوں چیزوں میں ظاہر ہے وضو جس طرح اعضائے ظاہری کو پاک کرتا ہے اور ظاہری طہارت کا اثر باطن پہ ہوتا ہے اسی طرح صدقہ بھی ظاہری طور پر مال کو پاک کرتا ہے اور مال کی ظاہری پاکی کا اثر تزکیہ نفس کا موجب بھی ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ وضو اور صدقہ کو باہمی مناسبت کی وجہ سے ساتھ ساتھ ذکر کر دیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو نماز وضو کے بغیر پڑھی جائے وہ ایسی ہی ہے جیسے حرام مال سے صدقہ دیا جائے۔

(۳) امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری مذی بہت نکلا کرتی تھی اور میں اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے میں جھجکی

صاحبزادی سے منسوب ہونے کی وجہ سے شرماتا تھا اس لئے میں نے مقداد سے پوچھنے کو کہا چنانچہ انہوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا ستر کا مقام دھو لیا کرو۔

مذی اس رطوبت کو کہتے ہیں جو مرد کے مقام ستر سے غلبۂ نفس کی حالت میں خارج ہوتی ہے اس سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ مقام مخصوص کو دھو ڈالنا اور وضو کر لینا ہی کافی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ کی بات میں اگر بعض تعلقات کی وجہ سے شرم محسوس ہو تو کسی اور شخص کو ذریعہ بنا کر عالم سے پوچھ لیا جائے۔

(۴) حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم بکری کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو وضو کر لو اور چاہے نہ وضو کرو، پھر پوچھا کیا اونٹ کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کیا کرو پھر اس شخص نے پوچھا کیا بکریوں کے رہنے کی جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کیا اونٹوں کے باندھنے کی جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ (مسلم)

وضو سے مراد یہاں کلی کرنا اور منہ اور ہاتھوں کو اچھی طرح دھونا ہے۔ بکری کے گوشت سے چونکہ اونٹ کا گوشت زیادہ بساندا ہوتا ہے اسلئے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد اچھی طرح منہ کو صاف کرنا چاہئے لیکن بکری کا گوشت کھانے کے بعد معمولی طور پر کلی کر لینا کافی ہے۔ بعض اہل ظاہر نے اونٹ کے گوشت کو ناقص وضو خیال کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح

Marfat.com

اونٹوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ وہاں نماز میں یکسوئی حاصل نہیں ہو سکتی ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں اونٹ بھاگ نہ نکلے یالات نہ ماردے یا پیشاب نہ کرنے لگے بخلاف اس کے بکریوں سے اس طرح کا خطرہ نہیں بکریوں کے رہنے کی جگہ نماز پڑھنی اسی صورت میں جائز ہے جب وہ جگہ نجاست سے پاک ہو۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں ریح وغیرہ محسوس کرے اور اس کو شبہ ہو کہ آیا پیٹ میں سے ریاح خارج ہوئی یا نہیں؟ تو وہ مسجد سے وضو کے لئے نہ نکلے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بُو محسوس نہ کرے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ پیٹ میں ریاح وغیرہ قسم کی کوئی چیز اٹھتی ہوئی معلوم ہو اور اس کے خارج ہونے کا محض شبہ ہو تو صرف شبہ کی بنا پر وضو ساقط نہیں ہوتا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کسی شخص کو وضو ہو اور اس کے ٹوٹ جانے کا محض شبہ ہو تو از سر نو وضو کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ہاں ایسی صورت میں وضو کا اعادہ کر لینا محتاط طریقہ ہے۔

"وہ مسجد سے نہ نکلے جب تک آواز نہ سنے یا بُو محسوس نہ کرے" اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ ریاح خارج ہونے کا یقین ہو جائے اگرچہ آواز نہ سنے "مسجد سے نہ نکلے" مسجد کی قید لگانے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومن کو مسجد ہی میں نماز پڑھنی چاہیئے اور جماعت کی اہمیت نظر انداز نہ کرنی چاہیئے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا تو آپ نے کلی کی اور فرمایا اس میں چکنائی ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چکنی چیز کھانے کے بعد کلی کر لینا مستحب ہے، کیونکہ منہ میں چکنی چیز اکثر رہ جاتی ہے اور جب تک کلی نہ کرو صاف نہیں ہوتی۔

(۷) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں اور جو وضو آپ نے کیا اس میں خفین پر مسح بھی فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے آج ایک ایسی چیز کی جس کو آپ پہلے نہیں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا اے عمر! میں نے قصداً ایسا کیا ہے۔ (مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے لیکن فتح مکہ کے دن خلاف معمول ایک ہی وضو پر کئی نمازوں کیلئے اکتفا کرنے میں امت کی تعلیم مقصود تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک وضو سے کئی نمازیں جائز ہیں اور موزوں پر مسح کرنا بھی جائز ہے۔

(۸) حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر کے سال سفر میں نکلے یہاں تک کہ جب لوگ صہبا پہونچے اور یہ خیبر کے نزدیک ایک مقام ہے تو آپ نے نماز عصر پڑھی پھر توشہ منگایا تو صرف ستو حاضر کئے گئے آپ نے ان کو گھولنے کا حکم دیا چنانچہ ستو گھولے گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم نے وہ ستو کھائے پھر آپ نماز مغرب کیلئے کھڑے ہو گئے اور آپ نے کلی کر لی اور ہم نے بھی کلی کر لی اور آپ نے نماز پڑھی

Marfat.com

اور وضو نہیں کیا۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا، صرف کلی کر لینا کافی ہے۔

(۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وضو لازم نہیں ہوتا مگر ریاح کی آواز یا بدبو سے۔ (احمد، ترمذی)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ محض شک و شبہ سے وضو نہیں ٹوٹتا یہاں اسی اعتبار سے ناقض وضو صرف دو چیزیں بیان فرمائیں کہ اس شبہ کو رفع کر دیا جائے کہ محض ظن سے وضو لازم نہیں ہوتا پس وضو ٹوٹنے کی یہ دو وجہیں سائل کے جواب میں یا موقع کے اعتبار سے بیان کی گئیں ورنہ وضو کو توڑنے والی چیزیں اور بھی ہیں۔

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مذی نکلنے سے وضو واجب ہوتا ہے اور منی خارج ہونے سے غسل۔ (ترمذی)

اس سے پہلے کی روایت میں مقدادؓ کو ذریعہ بنایا تھا۔ یا تو اسی واقعہ کو حضرت علیؓ نے اپنی طرف منسوب کر دیا ہے یا ممکن ہے کسی وقت براہ راست بھی دریافت کیا ہو۔

(۱۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وضو نماز کی کنجی ہے اور تکبیر تحریمہ ان تمام چیزوں کو روکنے والی ہے جو نماز کے منافی ہیں اور آخری سلام ان تمام چیزوں کی بندش کو دور کرنیوالا ہے جو تکبیر تحریمہ سے حرام ہوئی تھیں۔ (ابو داؤد، ترمذی، دارمی)

مطلب یہ ہے کہ نماز وضو پر موقوف ہے، اور تکبیر اولی کہنے سے نماز شروع ہو جاتی ہے اور ہر وہ چیز جو نماز کے منافی ہو اس پر حرام ہو جاتی ہے اسی لئے اس کو تکبیر تحریمہ بھی کہتے ہیں، اور سلام پھیرنے سے وہ پابندی دور ہو جاتی ہے جو نماز کے لئے ضروری تھی یعنی بحالت نماز جو چیزیں حرام کر دی گئی تھیں وہ نماز سے باہر آنے کے بعد جائز ہو گئیں۔

(۱۲) حضرت علی بن طلق رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی ریح خارج ہو جائے تو وضو کرے اور تم اپنی بیویوں سے مباشرت کرنے میں غیر فطری راہ نہ اختیار کرو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے گزرا ہے کہ جب وضو ٹوٹنے کا یقین ہو جائے تو وضو کر لیا جائے اس حدیث میں ایک اور حکم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ اپنی عورتوں سے غیر فطری حرکت کا ارتکاب نہ کیا کرو جس مقام سے ریح خارج ہونے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہو اس مقام کو مجامعت کے لئے استعمال کرنا انتہائی درجہ کی گندگی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شائد اسی مناسبت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں باتوں کو ساتھ ساتھ بیان فرمایا۔

(۱۳) حضرت معاویہ بن سفیان رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آنکھیں سرین کا بندھن ہیں پس جب آنکھیں سو جاتی ہیں تو وہ بندھن کھل جاتا ہے۔ (دارمی)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غفلت کی نیند سے وضو باقی نہیں رہتا،

Marfat.com

اس حدیث میں انسان کی آنکھ اور پیٹ اور سرین کو ایسے مشک کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس کا منہ دھاگے وغیرہ سے بندھا ہو یعنی جس طرح مشک کا منہ بندھا ہوتا ہے اسی طرح آنکھیں سرین کا بندھن ہیں اور انسان پر سونے سے جو غفلت طاری ہوتی ہے اس کو مشک کے منہ کے کھل جانے سے مشابہت دی گئی ہے۔ یعنی انسان جب تک جاگتا رہتا ہے اس وقت تک وہ ریح وغیرہ پر قابو رکھتا ہے لیکن سونے کی حالت میں اس کا یہ اختیار باقی نہیں رہتا اور اس پر بے خبری کی حالت ہوتی ہے اور اس کے اعضاء کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اس وجہ سے ریاح خارج ہونے کا قوی احتمال ہوتا ہے بس اسی لئے ایسی نیند کو ناقص وضو قرار دیا گیا ہے جس سے طہارت اور وضو کے باقی نہ رہنے کا گمان ہو۔ نیند کے متعلق مزید تفصیلات فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔

(۱۴۸) امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سرین کا بندھن آنکھیں ہیں پس جو شخص سو جائے وہ وضو کر لیا کرے۔ (ابوداؤد)

یعنی ایسی نیند جس میں بندھن کی خبر ہی نہ رہے مثلاً لیٹ کر سو جانا یا کسی چیز کے سہارے سو جانا اور اتنا سو جانا کہ اگر وہ سہارا پیٹھ کے پیچھے سے ہٹا لیا جائے تو سونے والا گر پڑے۔ باقی بیٹھے بیٹھے بغیر کسی تکیہ یا دیوار کا سہارا لئے ہوئے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ بعض صحابہؓ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے اونگھ جاتے تھے اور بعض اتنا اونگھ جاتے

Marfat.com

تھے کہ ان کا سر زمین سے جا لگتا تھا جیسا کہ حضرت انسؓ سے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ٹیک لگا کر اور لیٹ کر سو جائے اس پر وضو واجب ہوتا ہے اور بیٹھے بیٹھے سونا ناقض وضو نہیں۔

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر وضو واجب ہے جو پہلو پر ٹیک لگا کر (یعنی لیٹ کر) سو جائے اس لئے کہ جب وہ پہلو پر سو جائے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ جوڑوں کے ڈھیلے پڑ جانے سے ریاح خارج ہو جانے کا قوی امکان ہوتا ہے اس لئے ایسی نیند سے وضو واجب قرار دیا گیا۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اصل علت نیند نہیں ہے بلکہ استرخائے مفاصل یعنی جوڑوں کا ڈھیلا پڑ جانا ہے، یعنی ایسی نیند جس سے استرخائے مفاصل ہو جائے وہ نیند ناقض وضو ہو گی۔

(۱۶) حضرت بُسرہ بنت صفوان بن نوفلؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیشاب کے مقام کو ہاتھ لگائے تو وضو کرے۔ (مالکؒ، احمدؒ، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

ستر کا مقام چھونے کی وجہ سے وضو کے ٹوٹ جانے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو اگر کپڑا درمیان میں ہو اور پھر کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو شوافع کے نزدیک بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

Marfat.com

اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شرمگاہ کو ہاتھ لگانا ناقص وضو نہیں۔

(۱۷) حضرت طلق بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے بعد مقام ستر کو ہاتھ لگا دینے کے متعلق پوچھا گیا کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ بھی تو جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ (ابوداود، ترمذی، نسائی)

مطلب یہ ہے کہ اس کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اگر اس کے چھونے سے وضو ٹوٹ جائے تو ہر حصہ جسم کے چھونے سے وضو ٹوٹ جانا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۱۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایسا ہوتا کہ بعض ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے تھے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اس حدیث سے اس طرف اشارہ ہے کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے دست یعنی کتف کا گوشت کھایا پھر آپنے دست مبارک ایک کمبل سے پونچھ لیا جو آپ کے نیچے بچھا ہوا تھا اور پھر اٹھ کر نماز پڑھی۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر اس کی چکنائی ہاتھ اور منہ میں نہ لگی ہو تو ہاتھ منہ کو دھونا بھی کچھ ضروری نہیں۔

Marfat.com

(۲۰) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنی ہوئی ران لے گئی آپ نے اس میں سے کچھ گوشت کھایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔ (احمد)

(۲۱) حضرت ابورافع رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس قسم کے واقعہ پر قسم کھاتا ہوں کہ میں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری کا گوشت بھونا کرتا تھا پھر آپ اس کو کھا کر نماز پڑھا کرتے اور وضو نہیں کیا کرتے۔ (مسلم)

حدیث میں بطن الشاۃ کے الفاظ ہیں یعنی بکری کے پیٹ کا گوشت بہر حال ابورافعؓ کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگ کی پکی ہوئی یا آگ سے بھنی ہوئی چیز کھا کر وضو نہیں کیا کرتے تھے وضو سے مراد نماز کا وضو ہے یہ مطلب نہیں کہ آپ ہاتھ بھی نہیں دہوتے تھے اور کلی بھی نہیں کرتے تھے۔ یا ہاتھوں کو صاف بھی نہیں کرتے تھے۔

(۲۲) یہی ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری یعنی بکری کا گوشت کہیں سے ہدیہ کے طور پر آیا تھا۔ میں نے اس کو دیگچی میں چڑھا دیا۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے آپ نے فرمایا ابورافع! یہ کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بکری کا گوشت ہمارے لئے ہدیہ کے طور پر آیا تھا میں نے پکانے کے لئے پتیلی میں چڑھا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو ایک دست یعنی کتف دو میں نے پتیلی میں سے ایک دست حضور کے سامنے پیش کر دی آپ نے اس کو کھا کر فرمایا ایک دست اور دو

میں نے دوسری دست نکال لی آپ نے اس کو تناول فرماکر ارشاد فرمایا اور دست لاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بکری میں تو دو ہی دست ہوتی ہیں اور اب دست کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا تو اگر خاموش رہتا تو تو مجھ کو اس ہنڈیا میں سے اس وقت تک برابر دست نکال نکال کر دیئے جاتا جب تک تو خاموش رہتا۔ پھر آپ نے پانی منگایا اور کلی کی اور انگلیوں کے پور دھوئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی پھر نماز سے فارغ ہو کر ہمارے پاس تشریف لائے تو ہمارے پاس پکا ہوا گوشت رکھا تھا جو ٹھنڈا ہو چکا تھا پھر آپ نے اس گوشت میں سے کچھ کھایا پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور پانی کو چھوا تک نہیں۔ (احمد)

"پانی کو چھوا تک نہیں" یعنی اس گوشت کے تناول فرمانے کے بعد نہ کلی کی اور نہ ہاتھ دھوئے۔ یہ جو فرمایا کہ جب تک تو خاموش رہتا ہنڈیا میں سے برابر دست نکال نکال کر مجھے دیتا رہتا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معجزہ ہوتا اور بطور اعجاز یہ سلسلہ جاری رہتا جیسا کہ کتب سیر اور احادیث میں اس قسم کے اکثر معجزات منقول اور مروی ہیں۔

(۲۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابی بن کعب اور ابو طلحہ بیٹھے تھے۔ ہم نے روٹی اور گوشت کھایا اور کھانے کے بعد میں نے وضو کے لئے پانی منگایا تو ان دونوں نے یعنی ابی بن کعب اور ابو طلحہ نے کہا کیوں تم وضو کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا یہ کھانا بھی کھایا ہے اس وجہ سے وضو کرتا ہوں ان دونوں نے کہا خوب! یہ طیبات یعنی حلال اور پاکیزہ چیزیں

Marfat.com

کھا کر تم وضو کرتے ہو حالانکہ انہوں نے ان چیزوں کے کھانے کے بعد جو تم سے بہتر تھے کبھی وضو نہیں کیا۔ (احمد)

انہوں نے جو تم سے بہتر تھے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگ کی پکی ہوئی چیزوں کو کھا کر وضو نہیں کیا کرتے تھے پھر تم کو کیسے وضو کی ضرورت ہو گئی۔

(۲۴) عمر بن عبد العزیز حضرت تمیم داری کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر بہنے والے خون سے وضو لازم آتا ہے۔ (دار قطنی)

مطلب یہ ہے کہ جسم سے اتنا خون نکل آئے جو اپنی جگہ سے بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح منہ بھر کرتے ہونے سے اور نکسیر پھوٹ جانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴)

قضائے حاجت اور اس کے آداب

پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کی خصوصیت اور ہمہ گیری یہ ہے کہ آپ کی ہدایت زندگی کے ہر قدم پر رہنمائی کرتی ہے، آپ نے ہر وہ چیز بیان فرمادی ہے جو کسی نہ کسی نوعیت سے عبد و معبود کے رشتہ کو استوار کرتی ہو اور انسان کے اندر پروردگار عالم کا احترام و ادب پیدا کرتی ہو اور ایک لمحہ کیلئے بھی اس کی سازگاری اور اس کے احسانات سے غافل نہ ہونے دیتی ہو۔ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو قضائے حاجت کے آداب و اصول

Marfat.com

کچھ کم ضروری نہیں جن کا طہارت کے ساتھ ایک خاص لگاؤ ہے وہ یہ کہ پاکیزگی اور لطافت صحیح معنوں میں اس وقت حاصل ہوتی ہے جب طبیعت کے اندر انبساط وانشراح پیدا ہو اور یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہو اور یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ اندرونی آلائش بھی دور ہو جائے اس لئے وضو اور غسل کے بقیہ مسائل سے پہلے ان احادیث کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جن میں قضائے حاجت کے اصول کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۱) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم قضائے حاجت کیلئے بیٹھو تو قبلہ کی جانب اپنا منہ اور پیٹھ نہ کیا کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا کرو۔ (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ پیشاب یا پاخانہ کے وقت کعبہ کی سمت منہ اور پیٹھ نہ ہو چونکہ مدینہ سے کعبہ شمال میں واقع ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق و مغرب کی سمت کو اختیار کرنے کو فرمایا لیکن جن ممالک میں کعبہ مشرق یا مغرب میں واقع ہو ان کے لئے شمال یا جنوب کی طرف منہ کرنیکا حکم ہوگا

اس حدیث سے حکم عام معلوم ہوتا ہے خواہ جنگل میں کوئی شخص قضائے حاجت کرے یا آبادی اور شہر میں اس ضرورت کو دفع کرے۔ بعض ائمہ نے جنگل اور آبادی میں فرق کیا ہے وہ اس حکم کو جنگل کے لئے خاص کرتے ہیں اور آبادی میں رخصت کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عموم کے قائل ہیں۔ جن ائمہ نے جنگل اور شہر کا فرق کیا ہے ان کے استدلال پر ہم

مشکوٰۃ کے ترجمہ میں مفصل بحث کریں گے انشاء اللہ۔

(۲) حضرت سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم قضائے حاجت یا پیشاب کرنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کریں یا داہنے ہاتھ سے استنجا کریں اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ استنجے کے لئے تین پتھروں سے کم استعمال کریں یا لید اور ہڈی سے استنجا کریں۔ (مسلم)

اس حدیث میں بھی پہلے قضائے حاجت کے وقت رو بقبلہ بیٹھنے کی ممانعت کا ذکر فرمایا جو عام ہے خواہ میدان ہو یا گھر ہو ہر جگہ اس سے بچنا ضروری ہے۔ دوسری تاکید یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ دائیں ہاتھ کو ایسے کاموں کے لئے استعمال کرنا محاسن عادات کے خلاف ہے۔ تین پتھروں کی تاکید فرمائی کیونکہ عام طور پر تین دفعہ میں ہر چیز صاف ہو جاتی ہے اصل مقصد صفائی ہے تعداد کی شرط ضروری نہیں ہے۔

اس حدیث میں پاکی حاصل کرنے کے لئے ڈھیلوں کا استعمال بتایا گیا ہے لیکن دوسری احادیث سے پانی کا استعمال بھی ثابت ہے اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے استعمال کئے جائیں بعد ازاں پانی استعمال کیا جائے۔

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیخانہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ[1] (بخاری مسلم)

[1] یا اللہ میں جنات اور جناتیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

Marfat.com

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضائے حاجت کے لئے پیخانہ کے اندر جانے سے پہلے وہ دعا پڑھ لینی چاہئیے جو اوپر ذکر کیگئی ہو اور اگر باہر میدان وغیرہ میں جائیں تو قضائے حاجت کے لئے بیٹھنے اور ستر کھولنے سے پہلے پڑھ لی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیخانے اور اس طرح کی دوسری جگہیں چونکہ شیطانوں کا مسکن ہیں اور شیطان اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ انسان کو نجاست اور گندگی میں آلودہ کردیں، جیسا کہ آگے دوسری حدیث میں آئے گا، اور اس قسم کے مواقع پر اللہ تعالےٰ کا ذکر زبان پر لانا ممنوع ہے اس لئے اس حالت کے شروع ہونے سے پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرلینی چاہئیے تاکہ اللہ تعالےٰ اس کو شیطان کی شرارت اور وسواس سے محفوظ و مامون رکھے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے گذرے تو آپ نے فرمایا ان دونوں قبروں والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور ان پر عذاب کسی ایسے امر کی بنا پر نہیں ہو رہا ہے جس سے بچنا ان پر شاق اور مشکل ہو۔ ان دونوں میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر و تازہ شاخ لی اور اس کو بیچ سے چیر کر دو حصّے کئے پھر ایک ایک ٹہنی کو دونوں قبروں پر گاڑ دیا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا توقع ہے ان دونوں کا عذاب ہلکا کر دیا جائے جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں۔ (بخاری ومسلم)

وَمَا یُعَذَّبَانِ فِی کَبِیرٍ کا ترجمہ ہم نے یہ کیا ہے کہ "اور ان پر عذاب

کسی ایسے امر کی بنا پر نہیں ہو رہا ہے جس سے بچنا ان پر شاق اور مشکل ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان ان سے بچنے اور احتیاط کرنے کا پورے طور پر خیال رکھے تو یہ مشکل اور دشوار نہیں لیکن ان سے غفلت کرنا بدترین جرم ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ یہ دونوں بڑے گناہ نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور دوسرے کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ حقوق اللہ میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے جس کے صحیح طور پر ادا ہونے کی شرط اول طہارت ہے پس طہارت کا پورا اہتمام نہ کرنا اور اس سے غفلت کرنا گویا نماز سے غفلت اور لاپرواہی کرنا ہے جو بدترین جرم ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پیشاب سے احتیاط ضروری اور لابدی ہے اور اس سے بے احتیاطی بہت بڑا جرم ہے اسی طرح حقوق العباد میں امن عامہ اور حفاظت جان کو خاص اہمیت حاصل ہے اس لئے کوئی ایسا رویہ اختیار کرنا جو بدامنی اور قتل و خونریزی کا باعث ہو وہ بدترین جرائم سے ہے چونکہ چغلی کا مقصد ہی آپس میں فساد و پھوٹ ڈالنا اور عداوت پیدا کرنا ہوتا ہے جس سے کبھی کبھی جنگ و جدال اور قتل و خونریزی کا شاخسانہ کھڑا ہوتا ہے پس چغلی بھی بدترین گناہ ہے۔ اس تشریح سے یہ بات معلوم ہو گئی ہوگی کہ ان دونوں عادتوں سے بچنا بہت زیادہ ضروری ہے۔

پیشاب سے احتیاط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان پیشاب کرنے بیٹھے تو چھینٹوں کے پڑنے سے جسم اور کپڑوں کو بچائے اور فراغت کے بعد ڈھیلے یا پانی سے اچھی طرح پاکی حاصل کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پردہ کا خیال رکھے جیسا کہ بعض روایات لَا یَسْتَتِرُ کی جگہ لَا یَسْتَنْزِہُ مِنَ الْبَوْلِ آیا ہے اور

بعض میں لَا یَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ مروی ہے۔ ہم نے ترجمہ میں "احتیاط" کا لفظ اختیار کیا ہے جس سے سب کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔ ان دونوں قبروں والوں سے عذاب ہلکا کئے جانے کی مدت ٹہنیوں کے خشک نہ ہونے تک بیان فرمائی یعنی جب تک یہ دونوں کھجور کی ٹہنیاں تر رہیں گی ان پر سے عذاب ہلکا رہے گا اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا یہ اثر ہو یا آپ نے ان کے لئے تخفیف عذاب کی دعا فرمائی ہو اور اس تخفیف کی یہ مدت مقرر کر دی گئی ہو یا آپ نے ان کی شفاعت کی ہو اور شفاعت اس مدت تک کے لئے قبول کر لی گئی ہو، یا آپ کو وحی کے ذریعہ کوئی ایسی اطلاع دی گئی ہو۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں کئی قول نقل کئے ہیں۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ دو چیزوں سے بچتے رہو جو لعنت و نفرت کا سبب ہوتی ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جو لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ کے نیچے قضائے حاجت کرلے۔ (مسلم)

راستہ میں قضائے حاجت کو باعث لعنت و ملامت اس لئے کہا گیا کہ ایسے راستے جہاں سے لوگ عام طور پر گذرتے اور آتے جاتے ہوں وہاں اس طرح کی گندگی کر دینا آنے جانے والوں کی اذیت اور طبعی ناگواری کا باعث ہوگا اور لامحالہ ایسا کرنے والے کو لعنت ملامت کریں گے اور برا بھلا کہیں گے اسی طرح ایسے سایہ کے نیچے قضائے حاجت نازیبا اور باعث ملامت ہے

جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے اور سوتے ہوں جیسے سایہ دار درخت جس کے نیچے عام طور سے مسافر ٹھہرتے اور آرام کرتے ہیں۔ اسی لئے ان دونوں جگہوں کو قضائے حاجت کے لئے استعمال کرنا ممنوع ہے کہ لوگوں کو اذیت پہونچے گی ورنہ ایسے سائے جو لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے اور مجتمع ہونے کے موقع پر نہ ہوں تو وہاں قضائے حاجت کی اجازت ہے۔

(۶) حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیتا ہو تو برتن میں سانس نہ لے اور قضائے حاجت کو جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے ستر کے مقام کو نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے گندگی پاک کرے۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ پانی پیتے وقت سانس لینا ہو تو برتن کو منہ سے ہٹا لینا چاہیئے ایسا نہ ہو برتن کے اندر سانس لینے سے پانی منہ سے باہر نکل کر یا ناک سے کچھ نکل کر پانی میں گر جائے جو طبیعت کی ناگواری اور کراہت کا باعث ہو یا ناک سے گیس نکل کر پانی میں مخلوط ہو جائے اور وہ کسی مہلک مرض کا سبب بن جائے۔

(۷) حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص وضو کرے اس کو چاہیئے کہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرلے اور جو شخص قضائے حاجت کے بعد ڈھیلے استعمال کرے اس کو چاہیئے کہ طاق ڈھیلے لے یعنی تین یا پانچ یا سات ڈھیلے جن سے اچھی طرح پاکی حاصل ہو جائے۔

(۸) حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے

Marfat.com

جاتے تھے تو پانی اور ایک اور لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ دار چھڑی لے کر حضور کے ہمراہ جاتے آپ پانی سے پاکی حاصل کرتے۔ (بخاری مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہمیشہ ایک چھڑی ہوتی تھی جس کے نچلے حصے میں چھوٹا سا نیزہ لگا ہوتا تھا آپ اس نیزے سے زمین کھود کر نرم کیا کرتے تھے تاکہ پیشاب کی چھینٹیں اوپر نہ آسکیں اور زمین سے ڈھیلے یا پتھر اکھیڑ لیا کرتے تھے تاکہ قضائے حاجت کے وقت استعمال کریں یا یہ لکڑی دفع شر کے لئے ہوتی تھی کیونکہ آپ قضائے حاجت کے لئے میدان میں اتنی دور نکل جاتے تھے کہ نظر نہیں آتے تھے جہاں سانپ بچھو جیسے موذی جانوروں کا اندیشہ ہوتا ہوگا۔ بعض دفعہ جب کوئی جھاڑی نہ ہوتی تھی تو آپ اس نیزے سے زمین کا ریت اکٹھا کر کے اوٹ بنا لیا کرتے تھے تاکہ بے پردگی نہ ہو حضرت انس رضؓ نے جس لڑکے کا ذکر کیا ہے وہ غالباً عبداللہ بن مسعود ہیں۔

(۹) حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

چونکہ آپ کی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اس لئے اللہ اور اس کے رسول کے محترم ناموں کی عظمت کے باعث انگوٹھی کو جدا کر دیا کرتے تھے یہی طریقہ مستحب ہے کہ اللہ کا نام ہو یا رسول کا یا قرآن ہو یا فرشتوں کا نام ہو جو چیزیں قابل تعظیم ہوں ان کو برہنہ ہونے سے پہلے اپنے سے جدا کر دے۔

(۱۰) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے میدان میں جاتے تو اتنی دور جاتے کہ کوئی شخص آپ کو

دیکھ نہ سکتا۔ (احمد ابوداؤد)

(۱۱) حضرت ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ایک دیوار کے قریب نرم زمین پر آئے اور پیشاب سے فراغت حاصل کی پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو پیشاب کرنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے لئے نرم زمین اس لئے تلاش کرے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہ سکے نرم زمین سے چھینٹیں اڑنے کا اندیشہ نہیں ہوتا بخلاف اس کے سخت یا پتھریلی زمین سے چھینٹیں اڑ کر جسم اور کپڑوں پر پڑنے کا احتمال ہے۔

(۱۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو آپ اپنا کپڑا اس وقت تک نہ اٹھاتے تھے جب تک زمین پر بیٹھنے کے قریب نہ ہو جاتے۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

قضائے حاجت کے آداب میں سے یہ بات بھی بہت زیادہ قابل لحاظ ہے کہ ضرورت سے پہلے ستر کے اعضا نہ کھلنے پائیں۔ پس ستر کھولنے کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب قضائے حاجت کیلئے بیٹھنے کے قریب ہوں، قضائے حاجت میدان میں ہو خواہ گھر کے اندر ہر صورت میں بیٹھنے کے قریب ہونے سے پہلے ستر کھولنا نہیں چاہئے۔

(۱۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا میں تو تمہاری خیر خواہی میں اُس باپ کے مشابہ ہوں جو اپنے بیٹے پر ہر طرح مہربان ہوتا ہے۔ میں تم کو تمہارے فائدے کی تعلیم دیتا ہوں جس وقت قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھو اور نہ اسکی طرف پشت کرو۔ اور آپ نے حکم فرمایا تین ڈھیلوں سے استنجا پاک کرنیکا اور لید اور ہڈی سے استنجا پاک کرنے سے منع فرمایا اور اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا پاک کرے۔ (ابن ماجہ دارمی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو ایک مہربان باپ کے ساتھ تشبیہ دیکر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کرتا ہے اور اس کے فائدے کی تمام باتیں اس کو سکھاتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے دین کے تمام ضروری مسائل اور اس کے فائدے کے تمام امور بیان فرما دیئے ہیں اور اس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اولاد پر باپ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے اور باپ پر یہ واجب ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کرے اور دین کی باتیں ان کو سکھائے۔

(۱۴۷) ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ وضو کرنے اور کھانے کے لئے تھا اور بایاں ہاتھ استنجا پاک کرنے اور مکروہ کاموں کے لئے تھا۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے وضو کرتے اور کھاتے پیتے اور اسی طرح کے اور دوسرے اچھے کام اسی سے کرتے اور ایک پاکیزہ طبیعت کیلئے

Marfat.com

جو کام کراہت اور ناپسندیدگی کا باعث ہوتے ہیں اور وہ بائیں ہاتھ سے کرتے۔ اس حدیث میں انہیں آداب کی تعلیم ہے کہ اچھے کام دائیں ہاتھ سے کرنے چاہئیں اور مکروہ کام بائیں ہاتھ سے کرنے چاہئیں مثلاً ناک صاف کرنا استنجا وغیرہ۔

(۱۵) حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل کرتی ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے جائے تو اپنے ہمراہ تین پتھر لے جایا کرے تاکہ اس سے نجاست کو صاف کر لیا کرے یہ تین پتھر کافی ہو جائیں گے۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

مطلب یہ ہے کہ مقصد نجاست صاف کرنا ہے جس قدر ڈھیلوں سے بھی صاف ہو سکے۔ عام طریقے سے تین دفعہ صاف کر لینا کافی ہوتا ہے لیکن اگر نجاست رقیق ہو اور تین دفعہ میں صاف نہ ہو تو مزید پتھر بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں جہاں ڈھیلے نہ مل سکیں وہاں پتھر استعمال کئے جائیں۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ لید اور ہڈی سے استنجا پاک نہ کیا کرو اس لئے کہ وہ تمہارے بھائی جنات کی خوراک ہے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں ہڈیوں سے استنجا پاک کرنے کی ممانعت کا سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ جنوں کی خوراک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو ہڈی پھینک دی جاتی ہے اس کے اوپر کچھ نہ کچھ گوشت لگا رہتا ہے وہی انکی خوراک ہوتی ہوگی اور لید سے ممانعت کا ایک سبب تو یہ ہے کہ وہ خود

Marfat.com

ناپاک ہوتی ہے تو اس سے پاکی کیسے حاصل ہو سکتی ہے دوسرے یہ بھی ہے کہ لید میں کبھی کبھی دانے بھی موجود ہوتے ہیں جن کو جنوں کے جانوروں کی خوراک بنایا جاتا ہے۔ یا ان کے غذا حاصل کرنے کا کوئی اور غیر مرئی طریقہ ہو گا جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کرتے ہوں گے۔

(۱۷) حضرت رویفعؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے رویفع شاید تم میری وفات کے بعد عرصہ تک زندہ رہو دیکھو لوگوں کو یہ بات بتلا دینا کہ جس نے اپنی ڈاڑھی میں گرہ لگائی، یا تانت کا گلے میں ہار ڈالا یا چوپائے کی لید سے استنجا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے شخص سے بیزار ہیں۔ (ابو داؤد)

داڑھی میں گرہ لگانا اور تانت کا ہار ڈالنا زمانۂ جاہلیت کی رسمیں تھیں بالوں کو گھونگروالے بنانے کی غرض سے گرہ داڑھی میں لگایا کرتے تھے یا جنگ میں جاتے تو ڈاڑھی میں گرہ لگا لیا کرتے تھے بعض علما نے کہا ہے کہ اہل عجم بھی ایسا کرتے تھے۔ اسی طرح تانت کے ہار کا معاملہ ہے کہ تانت میں تعویذ اور منکے وغیرہ باندھ کر گھوڑوں کے اور بچوں کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے اور اس کو بچوں کی اور جانوروں کی حفاظت کا سبب سمجھتے تھے۔ اس جاہلیت کی رسم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کمان کے چلے گھوڑوں کے گلے میں ڈالا کرتے تھے اور اس فعل کو نظر بد کی حفاظت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ الغرض یہ مشرکانہ رسوم تھیں جن سے مسلمانوں کو منع کیا گیا۔ چوپایوں کی لید چونکہ ناپاک ہے۔

Marfat.com

اس لئے اس سے نجاست صاف کرنے کو منع فرمایا اسی طرح ہڈی سے کہ اس سے نقصان کا اندیشہ ہے پھر ان میں جنوں کی خوراک بھی ہوتی ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سرمہ لگائے وہ طاق سلائیاں لگائے ایسا کرلیا کرے تو اس کے لئے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو شخص ڈھیلے سے استنجا پاک کرے وہ طاق ڈھیلے لیا کرے ایسا کرے تو بہتر ہے اور نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو شخص کھانا کھائے تو جو کچھ خلال کے ذریعے دانتوں کے درمیان سے نکالے اس کو پھینک دے اور جو کچھ زبان سے نکالے اس کو نگل جایا کرے اگر ایسا کرے تو بہتر ہے اور اگر نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور جو شخص قضائے حاجت کے لئے جائے وہ پردہ کرلیا کرے اگر وہ پردہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے تو ریگ کا تودہ ہی جمع کرلے اور اس کو پشت کی طرف کرلے اس لئے کہ شیطان انسان کی شرمگاہوں سے کھیلتا ہے جو کوئی ایسا کرے تو بہتر ہے اور اگر نہ کرے تو مضائقہ نہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں چند ایسے آداب کی ترغیب دی ہے جو ایک خوش ذوق اور متمدن انسان کے اصول ہوسکتے ہیں۔ چونکہ آپ کی عام عادت تھی کہ روزمرہ کے کاموں میں داہنی جانب کا خیال رکھتے تھے اور ہر امر میں طاق کو ترجیح دیتے تھے جوتہ پہنتے تو پہلے دایاں پاؤں ڈالتے کنگھا کرتے تو پہلے دائیں جانب سے شروع کرتے قمیص زیب بدن فرماتے تو پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈالتے اسی طرح سرمہ لگاتے

Marfat.com

تو دائیں آنکھ کو مقدم کرتے اور گنتی میں طاق کو پسند فرماتے اور طاق عدد کو ترجیح دینے میں یہ امر ملحوظ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ طاق ہے وہ طاق کو پسند کرتا ہے اس لئے فرمایا سرمہ لگاؤ تو طاق کا خیال رکھو یعنی ایک ایک سلائی یا تین تین سلائیاں یا ایک آنکھ میں دو مرتبہ اور ایک آنکھ میں ایک دفعہ غرض جس طرح طاق کا عدد حاصل ہو جائے اس میں کوتاہی نہ کرے" اور خلال سے جو کچھ نکالے اس کو پھینک دے" اس کا مطلب یہ ہے کہ کھانے کے جو ریزے دانتوں میں رہ جاتے ہیں ان کو اگر خلال سے نکالے تو اس لئے پھینک دے کہ خلال کے ساتھ کبھی کبھی خون نکل آتا ہے اس لئے احتیاطاً پھینک دے اور زبان سے نکالنے میں خون نکلنے کا احتمال نہیں اس لئے اس کو نگل جائے تو مضائقہ نہیں" اس لئے کہ شیطان بنی آدم کی شرمگاہوں سے کھیلتا ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کو اس طرح بے پردہ بیٹھنے سے اس بات کا موقع ملتا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اس کے ستر پر نگاہ ڈالنے کے خیالات پیدا کرے البتہ مجبوری ہو کہ پردہ کی جگہ نہ ملے یا لوگوں کی نگاہ پڑنے کا احتمال نہ ہو تو پردہ نہ کرنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر بے پردگی ہو اور پردہ نہ کرنے کی طرف سے لاپروائی کی جائے تو گناہ ہے۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن مُغَفَّلؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ غسل خانہ میں پیشاب کرے پھر اسی غسل خانہ میں غسل یا وضو کرے اس لئے کہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

Marfat.com

یعنی سلیم العقل انسان سے بہت بعید ہے کہ جہاں پیشاب کرے وہیں غسل اور وضو بھی کرے غسل خانہ کچا ہو اور اس کا فرش خام ہو تو یقیناً اس میں پیشاب کرنا موجب وسوسہ بلکہ موجب نجاست ہے لیکن اگر غسل خانہ پختہ ہو اور اس کا فرش بھی پختہ ہو کہ جس میں پیشاب جذب نہ ہو اور بہہ جائے تو اس غسلخانہ میں پیشاب کرنا مکروہ نہ ہوگا ہاں احتیاط کی جائے تو بہتر ہے۔

(۳۰) حضرت عبداللہ بن سرجسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کبھی کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔ (ابوداؤد، نسائی)

وجہ یہ ہے کہ سوراخوں کے اندر بسا اوقات موذی اور زہریلے جانور سانپ اور بچھو وغیرہ ہوتے ہیں، اندیشہ ہے کہ کہیں نکل کر وہ کاٹ نہ لیں اور مشہور ہے کہ بعض سوراخوں میں جنات بھی رہتے ہیں ہاں جہاں اس کا خطرہ نہ ہو اور پیشاب خانہ اس طرح کا بنا ہوا ہو کہ اس میں سوراخ ہوں تو وہاں پیشاب کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(۳۱) حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ تین چیزوں سے بچتے رہو جو لعنت کا سبب ہوتی ہیں نہانے کے گھاٹوں پر اور عام شاہراہ پر اور سایہ دار چیزوں کے سایہ میں بول و براز نہ کیا کرو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس مضمون کی حدیث پہلے بھی آچکی ہے اس حدیث میں گھاٹ پر قضائے حاجت سے ممانعت کا اور اضافہ ہے۔

Marfat.com

(۲۲) حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمی اس طرح قضائے حاجت کے لئے نہ جائیں کہ دونوں اپنی شرمگاہیں کھولنے والے ہوں اور آپس میں باتیں کر رہے ہوں۔ اس لئے کہ اس قسم کی حرکت پر اللہ تعالےٰ سخت غصے ہوتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کا ستر دیکھنا یا حالت برہنگی میں کلام کرنا حیا اور مروت کے خلاف ہے اور اسی لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان افعال کو حرام فرمایا ہے۔

(۲۳) حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پیخانے شیاطین اور خباثت کے رہنے کی جگہ ہیں بس تم میں سے جو کوئی پیخانے جانے لگے تو یہ دعا پڑھ لیا کرے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس قسم کی حدیث پہلے آچکی ہے فرق یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا پڑھنے کا ذکر تھا اور اس میں وجہ بیان فرمادی ہے باقی تشریح پہلے کی جا چکی ہے۔

(۲۴) امیر المومنین حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان کی آنکھوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے مابین پردہ کرنے والی چیز یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے تو بسم اللہ کہہ لیا کرے۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ پیخانے میں جاتے وقت بسم اللہ کہہ لینے سے

Marfat.com

شیطان انسان کے ستر کو نہیں دیکھ سکتے۔ سابقہ روایت میں دعا کی تعلیم فرمائی تھی اس میں بسم اللہ پڑھنے کو فرمایا جس کو دعا نہ یاد ہو وہ بسم اللہ ہی کہہ لیا کرے اور دونوں کہے تو اور بھی اچھا ہے پاخانے میں جائے تو اندر داخل ہونے سے پہلے کہے اس لئے کہ برہنہ ہونے کے بعد ہر قسم کا کلام کرنا ممنوع ہے۔

(۲۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو فرماتے غفرانک[1]

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے وقت خاموش رہتے تھے اور آپ کی زبان ذکر الٰہی نہ کرتی تھی اس لئے اس ترک ذکر پر استغفار فرمایا کرتے تھے یا یہ کہ قضائے حاجت خود ایک مستقل اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرنے سے انسان قاصر ہے اس لئے غفرانک کہنے سے اس کوتاہی کی تلافی مقصود ہے۔

(۲۶) حضرت ابوہریرہ رضی بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں پیالے میں یا چھوٹے ڈول میں پانی لے جاتا آپ اس سے استنجا پاک کرتے اور پھر ہاتھ کو زمین پر مل کر دھوتے پھر دوسرے برتن میں پانی لاتا تو آپ وضو فرماتے۔ (ابوداؤد، دارمی، نسائی)

ہاتھ کو زمین پر مل کر دھوتے۔ اس لئے تا کہ خوب پاکی اور صفائی حاصل ہو جائے۔ دوسرے برتن میں پانی لانے کا ذکر کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ

[1] اے اللہ! میں تیری مغفرت چاہتا ہوں۔

Marfat.com

پانی بچتا نہ ہوگا یا کم رہتا ہوگا جو وضو کے لئے کافی نہ ہوتا ہو اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو کے لئے دوسرا برتن رکھنا مستحب ہے۔

(۲۷) حضرت حکم بن سفیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو پیشاب کے بعد وضو بھی کیا کرتے تھے اور وضو کے بعد کپڑے کے اوپر سے اپنے ستر پر تھوڑا سا پانی بھی چھڑک لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی)

مطلب یہ ہے کہ وضو کے بعد ایک چلو میں پانی لے کر ستر پر چھینٹے دے لیا کرتے تھے تاکہ جن لوگوں کو شیطان وسوسہ میں ڈالا کرتا ہے اور ان کو بعض دفعہ یہ خیال ہوتا ہے کہ شائد پیشانی میں قطرہ نکل گیا ہو ان کے اس وسوسہ کا اس فعل سے سدباب ہو جائے۔ یہ فعل آپ محض امت کو وسوسہ سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کرتے تھے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس قسم کے وسوسوں سے محفوظ تھے بعض اکابر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وضو کے بعد وضو کا بچا ہوا پانی پیٹ کی خواہشات کو ٹھنڈا کرتا ہے اور وضو کے بعد شرمگاہ پر چھینٹے دینا شرمگاہ کی خواہشات کو ٹھنڈا کرنیکا موجب ہوتا ہے۔ ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل میں یہ مصلحت بھی مضمر ہو۔ اَللّٰھُمَّ اُرْزُقْنَا اتباعَ نبیِّکَ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۸) حضرت میمونہ بنت رقیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے نیچے ایک لکڑی کا پیالہ رکھ دیا جاتا تھا آپ اس پیالے میں رات کے وقت پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی)

رات کو سردی اور دوسری زحمت سے بچنے کے لئے چارپائی کے نیچے

پیالہ رکھا ہوتا تھا نیز اس سے امت کو یہ تعلیم دینی مقصود ہے کہ بیماری یا اور کسی معذوری کی حالت میں خوابگاہ میں پیشاب کرنے کا انتظام رکھنا جائز ہے۔

(۲۹) امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو۔ میں نے اس کے بعد کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

بعض روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔ بعض شراح کہتے ہیں کہ آپ بیٹھنے سے معذور تھے آپ کی کمر میں درد تھا یا اس مقام پر نجاست پڑی ہوئی تھی بیٹھنے میں تلویث کا اندیشہ تھا یا آپ کے پائے مبارک میں زخم تھا جس کی وجہ سے آپ کو بیٹھنے میں دشواری تھی بہر حال بجز معذوری کے کسی حال میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت بھی فرمائی ہے اور آپ نے اس معذوری کی حالت کے علاوہ کبھی ایسا کیا بھی نہیں۔

(۳۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کو سچا نہ مانو۔ آپ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ (احمد، ترمذی، نسائی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عام طور سے عادت شریف یہی تھی اور جس روایت سے آپ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہوتا ہے وہ یقیناً کسی معذوری کی بنا پر تھا۔

(۳۱) حضرت زید بن حارثہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل جب نبی کریم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی مرتبہ وحی لے کر آئے تو جبریل نے آپ کے سامنے وضو بھی کیا اور وضو کے بعد ایک چلو پانی لے کر اپنے ستر پر چھڑکا۔ (احمد، دار قطنی)

مطلب یہ ہے کہ جبریل آدمی کی شکل میں آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کر کے دکھایا تو اس وضو میں بھی ایسا کیا کہ آخر میں تھوڑا سا پانی لے کر کپڑے کے اوپر اپنے ستر کے مقام پر چھینٹے دیئے چھینٹوں کا مطلب وہی ہے کہ لوگ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہیں۔

(۳۲) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے کہا اے محمدؐ جب تم وضو کیا کرو تو اپنے ستر پر تھوڑا سا پانی چھڑک لیا کرو۔ (ترمذی)

اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور امام بخاری نے علی ہاشمی راوی کو منکر الحدیث کہا ہے لیکن اگر اس بارے میں کوئی روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب وہی ہوگا کہ وسوسہ سے محفوظ رہنے کے لئے ایسا کر لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۳۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے آپ کے پیچھے حضرت عمر ایک برتن میں پانی لے کر کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا اے عمر یہ پانی کیوں لائے حضرت عمرؓ نے عرض کیا وضو کے لئے لایا ہوں حضور نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب پیشاب کروں تو وضو بھی کروں اور گر میں ایسا کیا کرتا تو ہر پیشاب کے بعد وضو کرنا سنت ہو جاتا۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

Marfat.com

یعنی اگر میں وضو ٹوٹنے کے بعد فوراً ہی وضو کیا کرتا تو یہ فعل میری امت پر سنت موکدہ ہو جاتا۔ تو اس لئے امت کی سہولت اور بیان جواز کی غرض سے وضو ترک کر دیا ورنہ پانی سے استنجا کرنا اور ہمیشہ باوضو رہنا مستحب ہے۔ اور عام طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی تھا لیکن کبھی آپ بیان جواز کی غرض سے فعل مستحب اور اولیٰ فعل کو ترک بھی فرما دیا کرتے تھے تاکہ امت کو آسانی ہو اور وہ اس فعل کو تاکیدی حکم نہ سمجھ لے۔

(۳۴) حضرت ابو ایوب اور حضرت جابر اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین یعنی اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو بہت زیادہ پاکیزہ رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ بہت پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اس آیت کے نازل ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے انصار کی جماعت! اللہ تعالےٰ نے تمہاری پاکیزگی اور نظافت کی تعریف فرمائی ہے تم کس طرح پاکیزگی حاصل کرتے ہو"، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں، حضور نے فرمایا ہاں یہی بات ہے پس اس کے پابند رہو۔ (ابن ماجہ)

یعنی پہلے نجاست کو پتھر یا ڈھیلے سے صاف کرتے ہیں پھر پانی سے دھوتے ہیں یہ فعل بلحاظ پاکیزگی اور صفائی کے عمدہ تھا اس لئے اسکی تعریف کی گئی

(۳۵) حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ بعض مشرکین یہ کہہ کر مذاق اڑایا کرتے تھے

Marfat.com

کہ ہم تمہارے پیغمبر کو دیکھتے ہیں کہ یہ تم کو معمولی معمولی باتیں سکھاتا ہے حتیٰ کہ پاخانہ تک کی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ میں نے کہا بے شک حضور نے یہ باتیں بتائی ہیں کہ ہم قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کریں اور داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کیا کریں اور تین پتھروں سے کم نہ لیا کریں اور ان تین میں لید اور ہڈی نہ ہوا کرے۔ (مسلم، احمد)

مطلب یہ ہے کہ جو چیز نبوت کے کمال پہ دلالت کرتی ہے کمبخت مشرک اسی کا استہزا کرتے تھے گویا پیشاب پاخانہ کے مسائل کو نہ صرف غیر ضروری سمجھتے تھے بلکہ ان مسائل کی تعلیم کو نبوت کے منافی خیال کرتے تھے اسلئے حضرت سلمان نے فرمایا ہاں آپ تمام آداب کی تعلیم دیتے تھے تم پیشاب پاخانہ کو معمولی بات سمجھتے ہو حالانکہ اس کا تعلق اس طہارت سے ہے جس پر عبادت موقوف ہے اور یہ تو ایک پیغمبر اور اس کی شریعت کا کمال ہے کہ اس میں ہر بات کی تعلیم موجود ہو۔

(۳۶) حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں ایک ڈھال تھی آپ نے ڈھال کی آڑ بنا کر اس کے پیچھے بیٹھ کر پیشاب کیا تو بعض مشرکوں نے کہا ذرا اس شخص کو دیکھنا اس طرح پیشاب کر رہا ہے جس طرح عورت پیشاب کیا کرتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کو سن لیا پھر فرمایا تجھ پر افسوس ہے تجھ کو اتنا نہیں معلوم کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کو ان باتوں سے عذاب پہونچا۔ بنی اسرائیل کے ہاں یہ حکم تھا کہ جب بدن کے کسی حصہ پہ پیشاب کی چھینٹیں پڑ جاتی تھیں تو اس حصہ کو

Marfat.com

قینچی سے کاٹا جاتا تھا اس شخص نے لوگوں کو اس حکم کی تعمیل سے منع کیا تو وہ اپنی قبر میں عذاب کیا گیا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں اس قدر سخت حکم تھا اس حکم کی مخالفت کرنے والے اور اس حکم کی تعمیل سے منع کرنے والے کو قبر میں عذاب کیا گیا پھر میری شریعت میں تو حیا اور پردے کی تعلیم ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے اور اس کو روکنا چاہتا ہے تو تجھ کو اپنے انجام کا علم نہیں کہ تیرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔

(۳۷) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیخانے سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ سے اذیت (یعنی فضلہ) دور کیا اور مجھ کو عافیت عطا کی۔ (ابن ماجہ)

"اذی" کے معنی ہیں وہ چیز جو اذیت و تکلیف اور طبیعت کی ناگواری کا موجب ہو جس سے اشارہ ہے فضلہ کی طرف کہ معدہ کے اندر اس کا باقی رہنا ایذا اور بیماری کا باعث ہوتا ہے اور اس سے نکل جانا راحت اور تندرستی کا سبب ہے اسی لئے آپ نے یہ دعا پڑھی۔

(۳۸) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جنات کے ایک وفد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت ہڈی سے لید سے اور کوئلے سے استنجا کرتی ہے ان چیزوں میں اللہ نے ہمارا رزق رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے

Marfat.com

استنجا کرنے کو منع فرما دیا۔ (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے استعمال کی شکایت کی گئی کہ اسی بنا پر آپ نے ان سے استنجا کرنے کو منع فرما دیا۔ ہڈی اور لید کا ذکر تو گذر چکا ہے اس میں کوئلے کا بھی ذکر ہے ممکن ہے کہ کوئلہ میں کچھ اجزاء ایسے ہوں جو ان کی غذا کا کام دیتے ہوں یا جس طرح انسان کوئلے سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوں اور اسی فائدے کو رزق سے تعبیر کیا ہو۔ بہر حال ان چیزوں سے استنجا کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ان تمام چیزوں سے جن کا حدیث میں ذکر ہے استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۵)

مسواک اور اس کا حکم

مسواک کرنے کے طبی فوائد کسی سے پوشیدہ نہیں، کھانے کے ریزے منہ میں اور دانتوں کے اندر رہ جانے سے معدے اور دانتوں کی بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں نیز مسواک نہ کرنے سے دانتوں میں زردی اور منہ میں سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے جو بسا اوقات سخت تکلیف دہ ہوتی ہے اور پائیریا کا موذی مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ان سب خرابیوں کا صحیح علاج یہی ہے کہ مسواک کرنے کی پابندی کی جائے۔

علاوہ ازیں عبادت کے لئے خاص کر نماز کے لئے، نظافت، ستھرائی اور پاکیزگی کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اس کی اہمیت پر خاص طور پر

Marfat.com

زور دیا گیا ہے کہ نمازوں کے لئے زیادہ سے زیادہ نظافت اور پاکیزگی کا اہتمام کرنا کمال بندگی اور مقبولیت کا باعث ہے از انجملہ مسواک کرنا بھی ہے جس کی اہمیت اور فضیلت بہت سی احادیث میں بیان کی گئی ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ یعنی مسواک کرنا منہ کی صفائی اور پروردگار عالم کی خوشنودی کا موجب ہے۔ بہرحال مسواک کرنا بالاتفاق مسنون ہے اور وضو کرنے سے پہلے، سو کر اٹھنے اور کھانے کے بعد اور مستحب ہے اس لئے اس سلسلہ میں چند احادیث کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں اپنی امت کو حکم دیتا کہ وہ عشا کی نماز میں تاخیر کیا کریں اور ہر نماز کے وقت وجوباً مسواک کیا کریں۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ عشا کی نماز تاخیر کر کے پڑھنا اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنا امت کیلئے دشواری اور مشقت کا باعث ہوگا تو یہ دونوں چیزیں یعنی نماز عشا میں تاخیر اور ہر نماز کے وقت مسواک ان پر واجب اور لازم کر دیتا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشقت کی رعایت ملحوظ رکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ نماز عشا تاخیر کر کے پڑھنا اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے۔

(۲) حضرت شریح بن ہانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو پہلے کیا

Marfat.com

کام کرتے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا پہلے مسواک کرتے۔ (مسلم)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپ مسواک کرتے۔ آپ کا یہ معمول اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ آپ کے مزاج مبارک میں غایت درجہ لطافت اور بدرجہ کمال نظافت موجود تھی اور اہل خانہ کے حسن معاشرت کا اتنا خیال تھا کہ مبادا منہ میں کسی قسم کا تغیر نہ پیدا ہوگیا ہو جو اہل خانہ کی بدمزگی کا باعث ہو اس خیال سے، پہلے آپ مسواک کر لیا کرتے تھے۔ اس سے مسواک کی اہمیت پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس بات کی بھی تعلیم ملحوظ ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ حسن معاشرت رکھنا چاہیئے اور اس کے جو ذرائع ہوں ان کو اختیار کرنا چاہیئے۔

(۳) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو دانتوں پر مسواک مل کر منہ دھو لیا کرتے تھے۔ (بخاری مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے کیونکہ سونے سے منہ میں ایک قسم کی بساند ہو جاتی ہے جو مسواک کرنے ہی سے دور ہو سکتی ہے اور طبیعت میں بھی فرحت پیدا ہوتی ہے۔

(۴) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں (۱) لبیں چھوٹی کرنا (۲) داڑھی بڑھانا۔ (۳) مسواک کرنا (۴) پانی لے کر ناک صاف کرنا (۵) ناخن ترشوانا (۶) انگلیوں کے جوڑ دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) ناف کے نیچے کے بال مونڈنا (۹) پانی سے استنجا پاک کرنا۔ اور دسویں چیز کے متعلق راوی کہتا ہے کہ میں اس کو بھول گیا

لیکن میرا گمان ہے کہ دسویں چیز کلی کرنا ہے۔ (مسلم)

ایک روایت میں داڑھی بڑھانا کی بجائے ختنہ کرنا ہے یعنی ختنہ کرنا فطرت میں داخل ہے۔

اس حدیث میں جن چیزوں کو فطری کہا گیا ہے ان کے فطری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں سنت تھیں۔ فطری اس لئے کہا گیا کہ شریعت کے یہ اور اس طرح کے تمام احکام فطرت کے مطابق ہوتے ہیں ان چیزوں کے بے شمار فوائد ہیں جن کو ہر سلیم الفطرت انسان پسند کرتا اور ان کو اختیار کرتا ہے طہارت و پاکیزگی سے ان کا تعلق جس نوعیت کا ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔

جسم کے بعض جگہ کے بالوں کے بڑھ جانے سے طبیعت میں ایک قسم کا انقباض اور ثقل پیدا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سر اور داڑھی کے بال بھی بے قاعدہ بڑھ جائیں اور ان کی اصلاح نہ کرائی جائے تو خارش پھنسی اور اسی طرح کی دوسری بہت سی جلدی بیماریاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

لبیں بڑھ جائیں تو یہ ہوتا ہے کہ وہ منہ پر پہونچ جاتی ہیں اور کھانے پینے کی ہر چیز میں ان کا میل کچیل لگ کر معدے تک پہونچ جاتا ہے۔

کلی کرنے، ناک صاف کرنے اور مسواک کرنے سے جو پاکی اور صفائی حاصل ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں منہ کی گندگی یعنی بلغم تھوک اور کھانے کے ریزے کلی اور مسواک کرنے ہی سے دور ہوتے ہیں اسی طرح ناک میں جو غلاظت

Marfat.com

بھری ہوتی ہے وہ بھی پانی سے صاف ہو سکتی ہے۔

زیر ناف کے بال بڑھ جائیں تو میل بھر جائے اور قضائے حاجت کے بعد پاکی اور صفائی حاصل کرنے میں حارج ہوں گے اور ناخن بڑھ جاتے ہیں تو ان کے اندر بھی میل جمع ہوتا رہتا ہے اور انسان انہیں ہاتھوں سے کھانا کھاتا ہے اور بہت سے ستھرے کام کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناخنوں کا میل ہر چیز میں پہونچتا ہے۔ اور بغل کے بال بڑھنے سے بھی اسی قسم کی گندگی پیدا ہوتی ہے اسلئے شریعت نے ان تمام کے متعلق ضروری ہدایات کردی ہیں۔

(۵) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک منہ کو پاک کرتی ہے اور پروردگار عالم کی رضامندی کا موجب ہے۔ (شافعی، احمد، دارمی، نسائی)

مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے مسواک کرلیں اور طہارت حاصل کرنیکا بہت زیادہ خیال رکھیں تو جس نماز کے وضو سے پہلے مسواک کی گئی ہو وہ زیادہ مقبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے طہارت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔

(۶) حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار چیزیں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہیں (۱) حیا کرنا اور بعض روایتوں میں حیا کی بجائے ختنہ کا ذکر ہے (۲) عطر لگانا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) نکاح کرنا۔ (ترمذی)

مذکورہ چاروں چیزوں کا طہارت سے خاص تعلق ہے چنانچہ شرم وحیا

Marfat.com

نفس کے لئے فواحش کے ارتکاب سے اور برے تذکروں سے مانع ہے اس طرح نفس خواحش اور برائیوں کی آلودگی سے پاک رہتا ہے۔ عطر کا تعلق نظافت اور پاکیزگی سے ظاہر ہے بدن میں پسینے کی وجہ سے جو میل یا بدبو پیدا ہوتی ہے عطر سے اس کا ازالہ ہو جاتا ہے جو لوگ عام طور سے صفائی پسند ہیں وہ خوشبو کا استعمال ضرور کرتے ہیں ختنہ کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کے بے شمار فوائد ہر شخص کے نزدیک مسلم ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام سے دشمنی کے باعث غیر مسلم اس پر عمل کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

رہا نکاح کرنا تو وہ باطن کی طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے جس کی بدولت شہوانی جذبات اور صنفی میلانات کا سدباب ہو جاتا ہے۔ اور مسواک کرنے سے جو طہارت حاصل ہوتی ہے اس کو بیان کیا جا چکا ہے۔

(۷) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواہ رات کو سوتے یا کبھی دن کو استراحت فرماتے لیکن جب نیند سے اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور کرتے۔ (احمد، ابوداؤد)

(۸) اور حضرت عائشہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر کے مجھے دے دیا کرتے کہ میں اس کو دھو ڈالوں چنانچہ میں اس سے پہلے مسواک کر لیتی پھر اس کو دھو ڈالتی اور آپ کو دے دیتی۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ برکت حاصل کرنے کی غرض سے حضور کی مسواک کو دھونے سے پیشتر وہ مسواک اپنے منہ میں پھیر لیا کرتی تھیں۔

Marfat.com

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں اور میرے پاس دو آدمی آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے میں نے ان میں سے چھوٹے کو مسواک دینی چاہی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے چنانچہ میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔ (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے علاوہ مسواک کی فضیلت کے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اشیا کے دینے اور تقسیم کرنے میں اس شخص کو مقدم کرنا افضل ہے جو مجلس میں باعتبار عمر کے بڑا ہو۔ "مجھ سے کہا گیا" سے غالباً حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کبھی جبریل میرے پاس تشریف لاتے تو مجھ کو مسواک کی تاکید کرتے یہاں تک کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہیں میرے آگے کے دانت نہ اکھڑ جائیں۔ (احمد)

(۱۱) حضرت انسؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کے بارے میں میں نے تم لوگوں سے بکثرت کہا ہے۔ (بخاری)

یعنی مسواک کرنے کے متعلق اور مسواک کی تاکید کے سلسلہ میں میں نے تم کو یعنی مسلمانوں کو بار بار کہا ہے۔

(۱۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ایک عمر میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک کی بزرگی اور مسواک کی فضیلت کے

Marfat.com

سلسلہ میں وحی آئی کہ مسواک دینے میں بڑے کو مقدم کیجئے اور جوان دونوں شخصوں میں بڑی عمر کا ہو اس کو اپنی مسواک دیجئے۔ (ابوداؤد)

غالباً یہ وہی واقعہ ہے جو ابن عمرؓ کی روایت میں مذکور ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہو اور یہ بیداری میں ہوا ہو جس طرح وہ خواب میں پیش آیا تھا اسی کی مثل بیداری میں پیش آیا ہو مزید تشریح اوپر کی حدیث میں گذر چکی ہے۔

(۱۳) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نماز جس کے لئے مسواک کی جائے ستر درجے افضل ہے اس نماز سے جس کے لئے مسواک نہ کی جائے۔ (بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ جس نماز کے وضو میں مسواک کی جائے اس کا ثواب اس نماز کے ثواب سے ستر گنا زیادہ ملتا ہے جس میں مسواک نہ کی جائے۔

(۱۴) حضرت ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن خالد جہنیؓ کہتے ہیں "میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور نماز عشا کو تہائی رات تک موخر کرنا واجب کر دیتا" چنانچہ حضرت زید بن خالد کا یہ حال تھا کہ وہ مسجد میں آتے تھے تو انکی مسواک کاتب کے قلم کی طرح ان کے کان میں لگی ہوئی ہوتی تھی اور وہ نماز کیلئے نہیں کھڑے ہوتے تھے مگر یہ کہ مسواک کر لیا کرتے تھے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۶)

وضو اور اس کے احکام

طہارت اور وضو کے سلسلہ میں اب تک جن احادیث کا ترجمہ پیش کیا گیا ان کا تعلق وضو کے مبادی سے تھا یعنی وہ چیزیں جن کا تعلق وضو کرنے سے پہلے کی چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً قضائے حاجت اور اس کے آداب وغیرہ۔ اب ان احادیث کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جن کا تعلق وضو کے احکام فرض یا سنت یا مستحب یا آداب ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل وعمل اور ارشاد و تاکید سے ثابت ہوتا ہو۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سو کر اٹھے تو اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں نہ ڈالے جب تک اس کو تین بار دھو نہ لے کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گذاری ہے۔ (بخاری مسلم)

مطلب یہ ہے کہ انسان کو سونے کی حالت میں خبر نہیں رہتی کہ اس کا ہاتھ سونے میں کہاں کہاں پڑتا ہے اور کن کن اعضا پر لگتا ہے اس لیے ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا۔ ان الفاظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ نجاست و ناپاکی کا احتمال ہو تو بھی پاکی حاصل کر لینا اولی ہے۔ یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت نظافت پر دلالت کرتا ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ تین مرتبہ ہاتھ دھونا سو کر اٹھنے کی سنت ہے، یا یہ وضو کی؟ تو جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ یہ

Marfat.com

وضو کی سنت ہے وہ سو کر اٹھنے کے بعد تین مرتبہ ہاتھ دھونے کو کافی سمجھتے ہیں اور اپنے وضو کو کلی سے شروع کرتے ہیں لیکن جو لوگ اس کو وضو کی سنت نہیں سمجھتے وہ تین مرتبہ ہاتھ دھونے کے بعد وضو میں پھر تین مرتبہ ہاتھ دھوتے ہیں اور یہی اوفق بالحدیث ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی سو کر اٹھے اور وضو لینا چاہئے تو ناک میں پانی لے کر تین بار صاف کر لیا کرے کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گذارتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

ناک کے نتھنوں میں شیطان کے رات گذارنے کی حقیقت یہ ہے کہ شیطان اس راہ سے انسانی دماغ پر اثر ڈالتا ہے تاکہ وہ دیر تک سوتا رہے اور اس کی نماز قضا ہو جائے یا اس کا دماغ کسل محسوس کرے اور اسکی عبادت میں کوتاہی ہو یا یہ مطلب ہے کہ سوتے میں ناک کے اندر جو غلاظت جمع ہو جاتی ہے وہ اگر صاف نہ کی جائے تو دماغی امراض کا موجب ہوتی ہے اور اس کے دماغ میں سستی پیدا ہوتی ہے جس سے قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مطالب کے سمجھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے اس کو شیطان سے تعبیر فرمایا ہو بہرحال ناک کو اچھی طرح صاف کرنا چاہئے۔ حدیث میں لفظ خیشوم " ہے ہم نے ترجمہ میں ناک کے نتھنے کر دیا ہے اصل میں خیشوم ناک کے اوپر کے حصے کو کہتے ہیں جس کو اردو میں ناک کا بانسا کہتے ہیں۔

(۳) حضرت عبداللہ بن زید بن عاصمؓ سے کہا گیا کہ وضو کر کے ہم کو بتائیے

Marfat.com

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے تو انہوں نے پانی منگایا اور اس کو جھکا کر دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو تین بار دھویا پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی نکالا اور ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اس طرح تین بار کیا پھر ہاتھ ڈال کر پانی نکالا اور تین بار چہرہ دھویا پھر ہاتھ ڈال کر پانی نکالا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو دو بار دھوئے پھر ہاتھ ڈال کر پانی نکالا اور اس طرح سر کا مسح کیا کہ دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے لائے پھر ٹخنوں تک دونوں پیر دھوئے پھر کہا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے۔ (بخاری مسلم)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مختلف روایتیں ہیں کسی میں یہ ہے کہ "ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی دیا تین بار ایسا ہی کیا" اور کسی میں یہ ہے کہ "تین چلوؤں سے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی لے کر صاف کیا" پہلی روایت کا ظاہری مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی چلو پانی لے کر تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور بقیہ کو ناک میں، یا امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا مفہوم یہی ہے اور بعض اہل ظاہر نے بھی اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے اور ان کے نزدیک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ایک ہی چلو سے ساتھ ساتھ ہونا چاہیئے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر تھوڑا سا منہ میں لے کر کلی کرے اور بقیہ ناک میں ڈالے۔ اسی طرح تین مرتبہ کرے۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ کلی کے لئے الگ تین چلو اور ناک میں ڈالنے کے لئے الگ تین چلو لئے جائیں جیسا کہ دوسری روایتوں میں

Marfat.com

اس کی تصریح ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے، اس لئے کہ منہ اور ناک دو مستقل اعضا ہیں پس جس طرح دوسرے اعضا الگ الگ پانی لے کر تین تین بار دھوئے جاتے ہیں اسی طرح ان دونوں کو بھی جمع نہیں کر سکتے لیکن یہ قول بھی منقول ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی دوسری صورت جائز ہے اور اسی طرح امام ابو حنیفہؒ بھی پہلی صورت کے جواز کے قائل ہیں اس صورت میں صرف اولویت کا اختلاف ہے، حدیث سے دونوں طریقے ثابت ہوتے ہیں۔

کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دو دو بار دھونا مذکور ہے سو وہ بیان جواز کے لئے ہے۔ تین تین مرتبہ تمام اعضا کو دھونا سنت ہے جیسا کہ دوسری روایتوں سے ثابت ہو گا پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کا ذکر آیا ہے وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ایسے برتن نہیں تھے جن میں ٹونٹی لگی ہو۔ نیز جب پہلی مرتبہ برتن کو جھکا کر پانی نکالا تو پانی مستعمل نہ ہوا اور باقی اعضا کا دھونا اس پانی سے جائز ہوا۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ایک ایک بار اور اس سے زیادہ نہیں کیا۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اس وضو میں تمام اعضا کو صرف ایک ہی ایک مرتبہ دھویا۔

(۵) حضرت عبد اللہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور دو دو مرتبہ تمام اعضا دھوئے۔ (بخاری)

(۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مقام

Marfat.com

مقاعد میں وضو کیا اور کہا کیا میں تم کو دکھلا نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے؟ پھر انہوں نے وضو کیا اور تین تین مرتبہ تمام اعضاء کو دھویا۔ (مسلم)

اوپر کی تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضائے وضو کو کبھی ایک ایک مرتبہ دھویا اور کبھی دو دو مرتبہ اور کبھی تین تین مرتبہ لیکن اکثر اور زیادہ تر آپ تین ہی تین بار دھوتے۔ آپ کا ایک بار دھونا بیان جواز کے لئے اور یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ فرض ادا ہونے کی مقدار ہے کہ وضو اس سے ہو جاتا ہے لیکن سنت چھوٹ جاتی ہے، اسی طرح دو دو مرتبہ دھونا بھی جواز کے لئے تھا معمول تین ہی تین بار دھونا تھا کیونکہ طہارت کا یہ اعلیٰ درجہ ہے اور یہی وضو کا مسنون طریقہ ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ سے مدینہ واپس ہوئے یہاں تک کہ ہم جس وقت ایک چشمے پر پہونچے جو راستے میں تھا تو ایک جماعت نے عصر کے قریب آگے بڑھنے میں جلدی کی پھر آگے بڑھ کر انہوں نے جلدی جلدی وضو کر لیا پھر ہم بھی ان تک پہونچ گئے اور ہم نے ان کو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں خشک پڑی تھیں ان کی ایڑیوں کو پانی لگا ہی نہیں تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایڑیاں چمکتی ہوئی اور خشک دیکھ کر فرمایا۔ ایڑیوں کے لئے آگ سے خرابی ہے وضو کو پورا کرو۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کرنے میں اگر وضو کا کوئی حصہ خشک

Marfat.com

رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا کیونکہ اس کے خشک رہ جانے پر وعید آئی ہے۔ حدیث میں وعید خاص طور پر ایڑیوں کے لئے اس وجہ سے کی گئی ہے کہ وہ وضو میں دھونے سے رہ گئی تھیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایڑیوں سے مراد ایڑیوں والے ہیں جنہوں نے ان کے دھونے میں عجلت کی تھی اور وہ خشک رہ گئی تھیں۔ ان کو وعید فرمائی اور تاکید فرمائی کہ وضو پر اگر یعنی عضو کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ "ویل للاعقاب من النار" کا یہ مطلب ہے کہ یہ ایڑیاں آگ میں جائیں گی یا ایڑیوں والے آگ میں جائیں گے ویل ایک افسوس کا لفظ ہے ہم نے خرابی ترجمہ کر دیا ہے۔

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر کام کو اپنی استطاعت کے موافق داہنی طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے خواہ طہارت کا معاملہ ہو یا کنگھا کرنا ہو یا جوتا پہننا ہو (بخاری مسلم)

"اپنی استطاعت کے موافق" اس سے اشارہ ہو رہا ہے کہ آپ داہنی طرف سے کام شروع کرنے کی سخت پابندی کرتے تھے اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو اچھے اور برکت کے کام ہیں، مثلاً کپڑا پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، اعضائے وضو کو دھونا وغیرہ قسم کے کاموں کو داہنی جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور جو کام اس کے برعکس ہیں مثلاً مسجد سے نکلنا، پیخانہ میں داخل ہونا، استنجا پاک کرنا وغیرہ بائیں طرف سے کرنا چاہئے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب سے شروع کرنے کے کاموں میں سے صرف تین کاموں کا ذکر کر دینے سے حقیقت میں آپ کے

Marfat.com

تمام کاموں کی تفصیل آجاتی ہے وہ اس طرح پر کہ طہارت حاصل کرنے کا ذکر آگیا تو گویا تمام عبادتوں کے کرنے کا ذکر آگیا کیونکہ طہارت ہی عبادت کی اصل ہے۔ اور کنگھا کرنے کا ذکر کرنے سے سر اور چہرے کے متعلق دائیں طرف سے شروع کرنے کے تمام کاموں کی طرف اشارہ ہو گیا اور جوتا پہننے کے ذکر کر دینے سے سر سے لے کر پیر تک کے تمام اعضاء و جوارح کے کاموں پر روشنی پڑ گئی۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جب تم وضو کیا کرو تو اپنے ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کر لیا کرو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ہاتھ کی انگلیوں کا خلال یہ ہے کہ ان کو بیچ سے تر کریں اور پیر کی انگلیوں کا خلال اس طرح کریں کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پیر کی انگلیوں کے بیچ میں خلال کرنا مستحب ہے۔

(۱۰) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر اپنی داڑھی کے نیچے ڈالتے اور داڑھی میں خلال کرتے اور فرماتے میرے رب نے مجھ کو اسی طرح حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد)

داڑھی کا خلال کرنا مستحب ہے اور داڑھی کے خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی لے کر حلق کی طرف سے داڑھی کو تر کریں اور انگلیوں کو داڑھی کے نیچے سے ڈالیں اور اوپر کو نکالیں۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا اور دونوں کانوں کا مسح کیا، کانوں کے اندر کا مسح شہادت کی انگلی سے اور کانوں کے باہر کا مسح انگوٹھے کے اندرونی حصہ سے کیا۔ (نسائی)

(۱۲) حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب آپ وضو کرتے تو اپنا منہ اپنے کپڑے سے پونچھ لیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

وضو کرنے کے بعد اعضاء کو رومال وغیرہ سے پونچھ لینا جائز ہے اور بعض علماء نے اعضاء کے پونچھنے کو مستحب کہا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ازراہ تکبر نہ ہو تب تو جائز ہے اور اگر بقصد تکبر ہو تو ناجائز اور مکروہ ہے۔

(۱۳) حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ کہہ لیا کرتا ہے وہ اپنے پورے جسم کو پاک کر لیتا ہے اور جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ نہیں کرتا اس کے صرف وضو کے اعضاء پاک ہو جاتے ہیں۔ (دار قطنی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ کر لینا سنت یا مستحب ہے۔

(۱۴) حضرت ابو رافعؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو اپنی انگلی کی انگوٹھی کو حرکت دے لیا کرتے۔ (ابن ماجہ)

انگوٹھی کو حرکت دے لینا سنن و مستحبات وضو میں سے ہے اگر انگوٹھی

Marfat.com

ڈھیلی ہو کہ اس کے نیچے پانی پہونچ سکتا ہو تو حرکت دے لینا سنت ہے اور اگر انگوٹھی تنگ ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اس کو بغیر حرکت دئے ہوئے اس کے نیچے پانی نہیں پہونچ سکتا تو ایسی صورت میں انگوٹھی کو حرکت دینا واجب

(۷)

غسل کے احکام

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص عورت سے زانو بہ زانو ہو اور اس سے مباشرت کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔ (بخاری مسلم) إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ کا ترجمہ ہم نے یہ کیا ہے کہ "جب تم سے کوئی شخص عورت سے زانو بہ زانو ہو" اصل میں ان الفاظ کے ذریعہ مجامعت کے مفہوم کی طرف اشارہ وکنایہ کیا گیا ہے اور اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وجوب غسل کے لئے مجامعت اور مرد وعورت کا باہمی اختلاط کافی ہے انزال یعنی خروج منی شرط نہیں ہے فقہا کی اصطلاح میں اس شکل کو التقاء الختانین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۲) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ام سلیم رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات کے دریافت کرنے میں حیا کا حکم نہیں دیتا تو کیا عورت پر غسل واجب ہے اگر اس کو احتلام ہو جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں جس وقت وہ منی دیکھے، حضرت ام سلمہ نے اپنا منہ ڈھانک لیا

عرض کیا یا رسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اور اس کے بھی منی ہوتی ہے اور وہ نکلتی بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تیرا دایاں ہاتھ خاک آلودہ ہو، آخر اس کا بچہ اس سے کیونکر مشابہ ہوتا ہے؟ (بخاری مسلم)

مسلم نے اسی روایت کو اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی زرد ہوتی ہے اور ان دونوں میں سے جس کی غالب ہوتی ہے یا رحم میں پہلے پہونچتی ہے بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

سونے کی حالت میں انزال ہو جانے کو احتلام کہتے ہیں۔ اس حالت کے پیش آنے سے غسل واجب ہوتا ہے "جب منی دیکھے" اس کا مطلب یہ ہے کہ جاگنے کے بعد کپڑے میں یا جسم پر منی لگی ہوئی دیکھے تو غسل واجب ہے اور اگر صرف خواب دیکھا اور احتلام نہ ہوا ہو تو غسل نہیں مگر احتیاطاً کرلے تو بہتر ہے کما قال امامنا محمد رحمہ اللہ تربت یمینک عرب کا ایک محاورہ ہے جو استعجاب کے موقع پر بولا جاتا ہے اس کا ظاہری مفہوم بد دعا کا ہوتا ہے لیکن بددعا مقصود نہیں ہوتی، ہم نے لفظی ترجمہ "تیرا دایاں ہاتھ خاک آلودہ ہو" کر دیا ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ کی بات پوچھنے میں شرم کرنی منع ہے۔

(۳) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کرنے کے لئے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کر دیا۔ آپ نے ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور اس سے ستر کا مقام دھویا پھر ہاتھ کو زمین پر مل کر دھویا پھر کلی کی اور

Marfat.com

ہاتھ میں پانی لے کر ناک کو صاف کیا اور چہرہ دھویا اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھویا اور پھر سر پہ پانی ڈالا اور پورے جسم پہ بہایا پھر ایک طرف ہٹ کر دونوں پیر دھوئے۔ میں نے آپ کو جسم پونچھنے کے لئے ایک کپڑا دیا لیکن آپ نے اس کو نہیں لیا اور دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے نکل آئے۔ (بخاری مسلم)

غسل جنابت میں پہلے اس جگہ کو دھونا چاہئے جہاں ناپاکی لگی ہو اسکے بعد وضو کرنا چاہئے جیسا کہ حدیث میں تفصیل موجود ہے۔ اس میں قدم کو غسل کے بعد آخر میں دھونا مذکور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ایسی جگہ پہ غسل کیا ہوگا جہاں پانی ٹھہرتا ہوگا، یا فرش کچا ہوگا اس لئے آپ نے غسل کے بعد پیروں کو دھویا، پس اگر غسل خانہ پختہ ہو اور پانی جمع نہ ہوتا ہو تو وضو کرتے وقت ہی پاؤں دھو لئے جائیں یا غسل کے بعد دھوئے جائیں دونوں صورتیں جائز ہیں۔

حضرت میمونہؓ سے بدن پونچھنے کے لئے کپڑا نہ لینے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ نہا کر بدن کو خشک نہ کرنا ہی سنت ہے بلکہ اس وقت کسی خاص وجہ سے آپ نے کپڑا نہیں لیا ممکن ہے گرمی کا موسم ہو یا کپڑا مشکوک ہو بہر حال غسل کرنے کے بعد جسم کو کپڑے سے خشک کر لینا اور پونچھ لینا جائز ہے مکروہ نہیں۔

(۴۴) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک انصاری عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حیض آنے کے بعد وہ کیسے غسل کرے؟ آپ نے اس کو غسل کرنے کا طریقہ بتایا پھر فرمایا مشک کا ایک ٹکڑا لے اور پاکی حاصل کر اس نے عرض کیا اس سے کیسے پاکی حاصل کروں؟ پھر آپ نے

Marfat.com

فرمایا اس سے پاکی حاصل کر، اس نے کہا کس طرح پاکی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس سے پاکی حاصل کر۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور چپکے سے کہا کپڑے پر مشک لگا کر خون آنے کی جگہ رکھ لے۔ (بخاری مسلم)

"مشک کا ایک ٹکڑا لے" مطلب یہ ہے کہ حیض آنے کے بعد غسل کرنے والی ہر اس عورت کے لئے، جو مشک اور خوشبو استعمال کرنے کی حیثیت رکھتی ہو، مستحب یہ ہے کہ مشک کے خوشبودار کپڑے کو حیض کے مقام پر رکھ لے تاکہ خون کی بو اچھی طرح زائل ہو جائے۔ اور جو عورت اس کی مقدرت نہ رکھتی ہو اس کو صاف کپڑے سے پاکی حاصل کر لینی چاہیئے ورنہ پانی ہی پر اکتفا کرے۔ سبحان اللہ! بطور تعجب فرمایا کہ اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتی۔

(۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر کی چوٹی سخت گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لئے اسے کھول لیا کروں؟ آپ نے فرمایا کچھ ضروری نہیں بس اتنا کافی ہے کہ دونوں ہتھیلیوں میں پانی لے کر سر پر ڈال لیا کرو پھر پورے جسم پر پانی ڈال لو پاکی حاصل ہو جائے گی۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ بال گندھے رہیں اور سر پر اس طرح پانی ڈالیں کہ بال کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے تو چوٹی کھولنا ضروری نہیں لیکن اگر ایسا ہو کہ چوٹی کو بغیر کھولے بالوں کی جڑیں تر نہ ہوں تو چوٹی کھولنا ضروری ہے۔

(۶) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے

ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو جاگنے کے بعد جسم یا کپڑے کو تر پائے اور اس کو خواب یاد نہ ہو؟ آپ نے فرمایا غسل کرے۔ اور ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کو یاد ہو کہ اس نے خواب دیکھا اور تری نہ پائے؟ تو آپ نے فرمایا اس پر غسل واجب نہیں۔ ام سلیمؓ نے عرض کیا کیا عورت پر بھی غسل واجب ہے اگر جسم یا کپڑے پر تری پائے؟ آپ نے فرمایا ہاں عورتیں بھی مردوں کے مانند ہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ وجوب غسل مادۂ منی کے خارج ہونے پر موقوف ہے خواب کے یاد ہونے نہ ہونے پر حکم کا مدار نہیں "عورتیں بھی مردوں کے مانند ہیں" یعنی خلقت اور طبیعت کے اعتبار سے مردوں سے مشابہ ہیں کہ جس طرح مرد کو بدخوابی ہوتی ہے اسی طرح ان کو بھی اس لئے ایسی حالت پیش آنے پر دونوں کے لئے یکساں حکم ہے۔

(۷) حضرت عائشہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آپس میں مرد اور عورت کی شرمگاہیں تجاوز کر جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

پہلی حدیث میں تشریح کی جا چکی ہے کہ مجامعت کرنے کا جس حالت پر اطلاق ہو سکے اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں اشارۃً فرمایا مطلب وہی ہے کہ خواہ انزال ہو یا نہ ہو لیکن دونوں کی شرمگاہوں کا اتصال اور ایک کا دوسرے میں دخول وجوب غسل کے لئے کافی ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے نیچے جنابت ہے پس بالوں کو اچھی طرح دھویا کرو اور بدن کو خوب صاف کیا کرو۔ (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ بالوں کو اس طرح دھونا چاہیئے کہ ان کے نیچے تک پانی پہنچ جائے ورنہ پاکی حاصل نہ ہوگی، اسی طرح غسل جنابت میں جسم کو خوب ملنا چاہیئے اور میل چھڑانا چاہیئے کیونکہ جسم پر اگر کہیں خشک مٹی یا اس طرح کی کوئی چیز لگی ہو کہ اس کے نیچے کا حصہ جسم تر نہ ہو تو جنابت دور نہ ہوگی اور غسل نہیں ہوگا۔

(۹) امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک بال کی جگہ غسل جنابت میں چھوڑ دی اور اسکو نہیں دھویا تو اس کی وجہ سے اس کو جہنم کا ایسا اور ایسا عذاب دیا جائے گا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اسی سبب سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی، اسی وجہ سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی تین مرتبہ یہی کہا۔ (ابو داؤد، احمد، دارمی)

"ایسا اور ایسا عذاب دیا جائے گا" سخت عذاب کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ اس حدیث میں اس بات پر وعید کی گئی ہے کہ غسل جنابت میں کہیں سے بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے تو غسل نہ ہوگا اور یہی عذاب کا موجب ہوگا۔

"اسی وجہ سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی" اس کا مطلب یہ ہے کہ وعید سن کر میں نے اپنے سر کے بال منڈوا ڈالے گویا جس طرح دشمن کے ساتھ اس کو مار ڈالنے کا معاملہ کیا جاتا ہے اسی طرح میں نے اپنے بالوں کے ساتھ معاملہ کیا اور منڈانے لگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام سر کے

Marfat.com

بال منڈانے بھی جائز ہیں جس طرح تمام سر پر بال رکھنا سنت ہے۔ ہاں بعض سر کے بالوں کو منڈانا اور بعض کو چھوڑ دینا اس کو فقہا مکروہ کہتے ہیں، مگر یہ کہ حج کے موقع پر ایسا کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۰) حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کھلی ہوئی جگہ برہنہ نہاتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بڑی شرم والا اور بڑا پردہ پوش ہے اور حیا داری اور پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے بس جب تم میں سے کوئی شخص غسل کیا کرے تو پردہ کر لیا کرے۔ (ابوداؤد، نسائی)

"اللہ تعالیٰ بڑی شرم والا اور بڑا پردہ پوش ہے" یعنی بندوں کی لغزشوں کو معاف فرماتا ہے اور ان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اس لئے اپنے بندوں میں بھی ان دونوں صفتوں کا ہونا پسند فرماتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفات الٰہی میں سے صرف انہی دو صفات، شرم اور پردہ پوشی، کو موقع اور محل کے لحاظ سے ذکر فرمایا کیونکہ آپ کو بے پردگی اور بے شرمی کی مذمت کرنی اور شرم و حیا اور پردہ پوشی کی تعلیم دینی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کی ان دونوں صفتوں کو بیان فرمایا تاکہ لوگوں کے اندر بے شرمی اور بے پردگی سے نفرت پیدا ہو اور شرم و حیا اور پردہ داری کا خیال رکھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھلی جگہ برہنہ ہو کر غسل کرنا قطعاً ممنوع ہے اور نہانے کی جگہ کا پردہ کرنا ضروری ہے خواہ کسی کپڑے وغیرہ سے پردہ کرے یا کسی دیوار کی اوٹ میں نہائے۔ ایسے غسل خانہ میں جو بند ہو اور جس میں بے پردگی نہ ہوتی ہو ننگے ہو کر نہانا جائز ہے اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ تہمد باندھ لیں۔

ختم شد

Marfat.com

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی تصانیف

اعظم گڈھ جیل میں خدا کی باتیں پچھلے دنوں گورنمنٹ یوپی نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ ۳۸ کے ماتحت قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڈھ کی ایک تقریر پر حضرت مولانا احمد سعید صاحب کے خلاف مقدمہ قائم کر کے ایک ماہ قید کی سزا دی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا ۱۲ جنوری ۱۹۴۱ء سے ۲۶ فروری تک اعظم گڈھ جیل میں حکومت کی غیر منصفانہ ہاتھوں کا شکار رہے

احادیث قدسیہ کا ترجمہ ابھی یہ کام اپنی ابتدائی منزل میں تھا کہ مبارکپور کا مقدمہ شروع ہو گیا۔ ۳۰ جنوری کو مولانا کے خلاف فیصلہ کر دیا گیا اور مولانا جیل تشریف لے گئے۔ لیکن مولانا نے اپنا کام جیل میں بھی جاری رکھا اور الحمد للہ اعظم گڈھ جیل میں احادیث قدسیہ کا ترجمہ پورا ہو گیا۔

کم و بیش تقریباً آٹھ سو احادیث کا ترجمہ ہے۔ جو مولانا نے سلیس اور عام فہم اردو میں کیا ہے۔ بعض بعض مقامات پر احادیث کے مطالب کی توضیح بھی فرما دی ہے۔ یہ کتاب مولانا کی ایک دینی خدمت کے علاوہ قید خانہ کی یادگار بھی ہوگی۔ کتاب کا نام "خدا کی باتیں" رکھا ہے۔ قیمت تین روپے (۸ آنے)

جنت کی کنجی ملاحظہ کیجئے جسے حضرت مولانا نے احادیث کی معتبر کتابوں سے تالیف فرمایا ہے۔ اردو میں یہ پہلی کتاب ہے۔ ہر مسلمان مرد عورت کیلئے اس کا مطالعہ بیحد ضروری ہے۔ اس میں بہت سی آسان باتیں درج ہیں جو عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں اور جن پر عمل کرنے سے آپ جنت کے حقدار بن جائیں گے۔

اس کتاب میں ۱۲۳۵ احدیثوں کا نہایت سلیس اور عام فہم ترجمہ ہے جن میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور پوری کتاب ۲۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت دو روپیہ چار آنہ عہ

دوزخ کا کھٹکا اس کتاب میں اُن احادیث کا صاف اور شستہ اُردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ جن کا تعلق اعمال سئیہ سے ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کیلئے جو اعمال سیئہ اور خبیثہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جن الفاظ میں وعید فرمائی ہے۔ اور خدا کے غضب سے ڈرایا ہے۔ ان تمام احادیث کو مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کر دیا ہے۔ دوزخ کے کھٹکے میں تقریباً ۸۸۴ احدیثوں کا ترجمہ ہے دوزخ کے کھٹکے کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے اُردو میں آجتک اتنا بڑا ذخیرہ ترہیب کا سوائے اس کتاب کے اور کسی میں نہیں ملے گا۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے جو شخص اس کتاب کا مطالعہ کرے وہ نواہی کے بہت بڑے حصہ سے واقف ہو سکتا ہے۔ ہر حدیث کے نیچے کتاب کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے۔ مذہبی کتاب ہونے کے ساتھ دلچسپ اس قدر ہے کہ شروع کرنے کے بعد چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ عہ

پہلی تقریر سیرت مولانا کی یہ وہ مشہور تقریر ہے جو آپ نے اٹاوے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کی تھی۔ مولانا کی اس تقریر کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے مولانا کی اس تقریر کے متعلق اخبارات و رسائل نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُنکا شائع کر دینا کافی ہو گا۔

معارف کی رائے ۔ تقریر مجموعی حیثیت سے بیحد دلچسپ اور مطالعہ کے قابل ہے۔

جامعہ کی رائے ۔ مولانا نے نہایت شگفتہ اور اچھوتے انداز میں ان حضرت کی سیرت قوم کے سامنے پیش کی ہے۔

مدینہ بجنور کے تاثرات } جو حضرات سیرت نبوی کے ساتھ حالات حاضرہ پر نہایت دلفریب تبصرہ ملاحظہ فرمانا چاہیں وہ اس تقریر کو منگا کر ضرور مطالعہ کریں۔

خلافت کا اظہار خیال } ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں پہنچائی جائے۔ مذکورہ چند اخبارات و رسائل کی رائے اس امر کی ضامن ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کیلئے بیحد ضروری اور مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے (عہ؍۸)

دوسری تقریر سیرت } مولانا کی یہ دوسری تقریر سیرت وہ ہے جو آپ نے ناگپور میں کی تھی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی تبلیغی مشکلات اور مخالفین کے دردانگیز مظالم اور آپ کے صبر و تحمل کا دیگر انبیاء سابقین سے تقابل اس قدر دلچسپ اور دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اس سلسلے میں بعض احادیث کی تشریح و توضیح۔ قرآنی آیات کی تفسیر اور بعض تفسیری شبہات کا حل اور صدہا نکات دیگر لطائف اور تصوف کے مسائل اس خوبی سے عام فہم اردو میں بیان کئے گئے ہیں جنکی تفصیل اس مختصر اشتہار میں ظاہر نہیں کی جاسکتی۔ مولانا نے باتوں باتوں میں بعض ایسے مسائل کو حل کیا ہے جن کا بڑی کتابوں میں بھی ملنا مشکل ہے۔ قیمت (عہ)

صلوٰۃ وسلام } حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سلام کے بیشمار فضائل ہیں مسلمان ان سے بہت کم واقف ہیں۔ حضرت مولانا الحاج حافظ احمد سعید صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند نے قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کی وہ تمام ہدایات یکجا جمع فرمادی ہیں جو درود سلام کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ اس قسم کا مجموعہ اردو میں آج تک نہیں پیش کیا گیا۔ ترتیب اور عبارت عام فہم اردو زبان میں نہایت شگفتہ

Marfat.com

ہے۔ یہ کتاب مسلمان بچوں اور عورتوں کے لئے خاص طور پر مفید اور محبان رسول کے لئے حرز جاں بنانے کے لائق ہے۔ ضخامت ۹۶ صفحات۔ لکھائی۔ چھپائی نہایت عمدہ اور دیدہ زیب۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

مضامین جس وقت آپ نظامت کے فرائض انجام دے رہے تھے اُس وقت آپکی نگرانی میں دہلی سے اخبار الجمعیۃ سہ روزہ شائع ہوتا تھا۔ اس میں کبھی کبھی حضرت مولانا احمد سعید صاحب سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند کے عالمانہ مضامین بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔ اگرچہ اخبار کے بند ہونے اور اس کے فائل گم ہو جانے سے ایک بہت بڑا ذخیرہ مضامین کا ضائع ہو گیا مگر اس وقت جتنے مضامین ہم کو مل سکے ان کو ترتیب دیکر کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔

سب سے پہلا مضمون جو آپنے گجرات جیل میں لکھ کر اخبار کیلئے روانہ فرمایا تھا وہ ہے "شعبان اور اسراف"، اسراف کی مذمت اور برائی قرآن شریف سے ثابت کی ہے، اور بہت سی قرآن شریف کی آیتیں اسراف کی مذمت میں پیش کی ہیں۔ اسی طرح ایک مضمون ہے "روزہ صوفی کی نظر میں"، "فطرت انسانی اور عید" مدینہ طیبہ کے یتیم کی عید، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ۔ حیات خلیل پر ایک مضمون، ایک ہے رحمۃ اللعالمین، شاہان مغلیہ کی اولاد۔ ان کے علاوہ اور کئی مضمون ہیں، محرم اور بقرعید وغیرہ پر، آخری مضمون اسلام میں عورت کا مرتبہ ا م ہیں تمام مذاہب سے مقابلہ کیا ہے۔ اور آخر میں یہ بتایا ہے کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مضمون قرآن شریف اور احادیث رسول اللہ صلعم کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ جا بجا قرآن شریف کی آیتیں اور حدیثیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ تمام مضامین نہایت دلچسپ اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ کتاب کی ضخامت تقریباً ۲۰۰ سو صفحات سے بھی زائد ہے۔ قیمت ۸ر

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY ... SECTION

Marfat.com

رسول کی باتیں

از

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید

ناشر

دینی بک ڈپو دہلی

قیمت دو روپے ([illegible])

Marfat.com